تعلیمات اسلام کا علمبردار دینی و علمی ماہنامہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنّت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر۔ دارالعلوم ۔ ۴ | فون نمبر۔ رہائش ۔ ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۹ | اپریل ۔ ۷۴ ۱۹ء

شمارہ نمبر : ۵ | ربیع الاول ۔ ۱۳۹۴ھ

مدیر

سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک ۔ پاکستان میں سالانہ دس روپے	فی پرچہ ایک روپیہ	غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ ہوائی ڈاک ڈیڑھ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلامی مشاورتی کونسل

بالآخر صدر نے اسلامی مشاورتی کونسل کے ارکان کا اعلان کر دیا اور کونسل کی تشکیل کی موجودہ ہیئت سے ان رہی سہی توقعات کا بھی خون ہو گیا جو اسلامی نقطۂ نظر سے موجودہ آئین سے وابستہ تھیں۔ آئین کے باب نہم کا تعلق اسلامی احکام سے تھا جس کا مقصد مروجہ جملہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق اور آئندہ ہر قسم کی قانون سازی کو قرآن و سنت کا پابند بنانا تھا۔ آئین سازی کے موقع پر اسمبلی کے علماء ارکان کی برابر یہ سعی رہی ہے کہ آئین کا یہ حصہ زیادہ سے زیادہ موثر اور آئین کو اسلامی بنانے کیلئے زیادہ سے زیادہ ضمانت مہیا کرنے کے قابل ہو جائے۔ مگر افسوس کہ ان دفعات کی تنفیذ کے لئے عام بنیادی حقوق اور دوسرے قوانین سے ہٹ کر ایک خاص طریق کار وضع کیا گیا کہ اس طرح کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے کیلئے عدالتی چارہ جوئی نہ کی جا سکے۔ علماء ارکان نے دلائل اور براہین سے ثابت کیا کہ جب عدالت آئین کی دیگر دفعات کے منافی کسی قانون کو کالعدم کرا سکتی ہے۔ تو آخر کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے سے جو کسی مسلمان کیلئے تمام حقوق سے بڑھ کر بنیادی حق ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کو برقرار رکھنا کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور بالادستی کے سوال یہ صرف اسلامی قانون سازی پر کیوں زیر بحث چھیڑی جاتی ہے۔ بہرحال یہ تمام استدلال اور احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اور اسلامی قانون سازی کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل والا طریق کار وضع کیا گیا۔ اب چونکہ آئین اور کسی قانون کی اسلامی حیثیت کا سارا دارو مدار مشاورتی کونسل کے ارکان کی اہلیت پر رہ گیا۔ اس لئے علماء ارکان نے کونسل کی ہیئت تشکیل پر نہایت توجہ دی اس کے ارکان کی اہلیت صلاح و تقویٰ، علمی و فنی تبحر، تدین اور خدا ترسی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھنے پر خاصہ زور دیا گیا۔ اور آئین کی دفعہ ۲۲۸ میں بھی یہ صراحت کی گئی کہ کونسل کے ارکان قرآن و سنت کے منقحہ اسلامی اصول اور فلسفے کا علم رکھتے ہوں۔ اور کم از کم چار ارکان ایسے علماء ہوں جو کم از کم پندرہ سال تک اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلے آرہے ہوں۔ دستور میں کہا گیا کہ یہ کونسل سات سال میں اسلامی قانون سازی کا

کام مکمل کرے گی۔ اور اسے ہر سال ایک رپورٹ مرتب کرکے پیش کرنا ہوگی۔ اسی طرح کچھ نہ کچھ تو توقع پیدا ہوگئی تھی کہ اگر یہ کونسل اس اہم کام کی اہل ہو اور اس کام میں مخلص بھی، تو اس کے ذریعہ ایک بڑا کام ہو سکے گا۔

مگر افسوس کہ کونسل کی موجودہ تشکیل سے ان تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور اس ملک میں اسلام اور اسلامی قانون سازی کی رہی سہی تمنائیں بھی خون ہوگئیں۔ اگر حکومت ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے دعووں میں مخلص ہوتی تو کونسل کی تشکیل میں اپنے وقتی مفادات اور تحفظات کو دخل نہ دیتی اور اس کیلئے ایسے اہل اور جامع افراد نامزد کئے جاتے جو اس عظیم اور اہم کام کے واقعی معنوں میں اہل ہوتے مگر افسوس کہ سوائے ایک رکن کے جو اسلامی علوم کی درس و تدریس کے پندرہ سالہ تجربہ پر پورا اترتے ہوئے جو علم حدیث ادب اور فقہ میں مہارت رکھتے ہیں مگر جنہیں خود بھی فقہ اصول فقہ یعنی اسلامی قانون سازی کے بنیادی علوم میں مہارت تامہ کا دعوٰی نہیں، باقی کسی رکن میں آئین کے تقاضے اور فنی مہارت تو کیا علوم اسلامیہ کے الف باء پر وہ پورے نہیں اتر سکتے۔ اور اسطرح موجودہ کونسل کی حیثیت بھی عوام کی نظروں میں وہی رہ گئی ہے۔ جو ایوب خان کے نامزد کردہ اسلامی مشاورتی کونسل کی تھی۔ اور جس میں عہد اکبری کے ملا مبارک کی وہ ساری اولاد جمع کی گئی تھی جو شہنشاہ والاتبار کے اشارہ پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا کرتے اور جو لاکھوں روپے کے اخراجات کے بدلے قوم کو فکری انتشار و اضطراب کے سوا اور کچھ نہ دے سکی۔ موجودہ آئین میں جبکہ اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اور اسلامی معاشرہ اسلامی قانون سازی کے رو سے بنانے حکومت کو چاہئے کہ اولین فرصت میں کونسل کی موجودہ تشکیل پر نظر ثانی کرے اور اس آئین کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جسے عوامی حکومت اپنا سب سے بڑا کارنامہ قرار دے رہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کونسل کی موجودہ تشکیل پر نہ تو مسلمانوں کے سواد اعظم کا اعتماد حاصل ہو سکے گا نہ اسکی کوئی رائے اسلامی نقطہ نظر سے کسی اعتماد کی قابل ٹھہر سکے گی۔

مولانا شمس الدین شہید

کتنا المناک اور افسوسناک ہے بلوچستان کے مرد مومن اور جری و حق گو عالم دین مولانا شمس الدین کی شہادت کا واقعہ۔ اور یہ افسوس و ماتم بھی ان محرکات اور حالات کا ہے۔ جو سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی، ورنہ مولانا کی زندگی کا یہ انجام ماتم و حسرت کا نہیں بلکہ مردان حق اور قافلۂ دعوت و عزیمت کیلئے

صد ہزار افتخار کا مقام ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی سنت پر عمل پیرا رہے۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ سے لے کر شیخ الہندؒ تک قافلہ سالارانِ حریت اور علمبردارانِ عزیمت کی سنتوں کو تازہ کیا۔ جس سلسلۃ الذھب سے وہ وابستہ ہو گئے تھے۔ ان کی سیرت میں سوائے جہد و جہاد اور صبر و استقامت ابتلاء و محن اور دعوت و عزیمت کے اور کسی بات کی گنجائش ہی نہیں، مولانا شمس الدین بھی اپنے پیشرؤں کی طرح عاش سعیداً و مات شہیداً کے مصداق بن گئے۔ اور اپنے دور اپنے عہد کیلئے قربانی کے روشن چراغ جلا کر چلے گئے۔ وہ ابھی جوان تھے ان کی زندگی کتنی مختصر تھی۔ مگر دعوت و عزیمت کے صدہا ابواب کو انہوں نے اس مختصر سی زندگی میں روشن اور تابدار کیا۔ وہ ہر باطل کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ مرزائیوں نے ہمیشہ بلوچستان کو قادیانی سازشوں کا مرکز اور برصغیر کا فلسطین بنانے کی کوششیں کیں اور جب پچھلے دنوں وہاں خانہ جنگی برپا کرنے کے طے شدہ پروگرام کے تحت ہزاروں محرف تراجم قرآن کے نسخے تقسیم کئے تو مولانا مرحوم غیور مسلمانوں کے ساتھ اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سینہ سپر ہو گئے۔ پھر انہیں طمع و لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے صدہا طریقوں سے آزمایا گیا۔ انہیں وزارت اعلیٰ کی پیشکش کی گئی۔ مگر وہ حق و استقامت پر مبنی موقف سے سرمو نہ ہٹے بالآخر ملیشیا فوج نے ۷ ارجولائی سے انہیں میوند اور دیگر پہاڑی علاقوں میں نظر بند کیا اور نظر بندی ایسا کہ مفتی محمود صاحب اور دیگر حضرات کے احتجاج کے باوجود ان کی زندگی اور موت تک کا کچھ پتہ نہ چلتا۔ اس وقت کے گورنر نے ان کے والد کو بلایا کہ کسی طرح ان کے عظیم فرزند کو "سمجھانے" کا کام ہو سکے مگر غیور فرزند کے اولوالعزم والد نے ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو ایک شمس الدین ہے۔ میں آبروئے تاج و تخت ختم نبوت قائم رکھنے کیلئے ایسے دس شمس الدین بھی قربان کر سکتا ہوں۔ بالآخر وہ رہا ہو کر آ گئے۔ مگر جذبۂ اظہار حق اور مقام عزیمت میں اور بھی شدت پیدا ہو گئی تھی۔

انہوں نے رازہائے درون کی نقاب کشائی شروع کی، بلوچستان میں ایرانی افواج کی موجودگی کا دعویٰ کیا اور شواہد پیش کرنے چاہے۔ الغرض اس مرد قلندر پر دباؤ اور لالچ کا کونسا حربہ تھا جو نہ آزمایا گیا جس کے آگے بڑے بڑے پیرانِ پارسا اور دعویدارانِ زہد و ورع بھی ٹھہر نہ سکے۔ مگر ایک نوجوان عالم نے علماء حق کی لاج قائم رکھی وہ ایک مرد غیور تھے، بلوچستان کے دینی مستقبل اور امیدوں کا سہارا، مگر افسوس کہ ظالم ہاتھوں نے یہ چراغ بجھا دیا۔ ان کی تعلیم و تربیت میں دارالعلوم حقانیہ کا بھی خاصہ حصہ تھا۔ ان کا طالب العلمی کا ایک حصہ یہاں گذرا اس لئے دارالعلوم اپنے اس قابل فخر فرزند پر فخر کے ساتھ ساتھ خاص منور سے صدمہ میں بھی شریک ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے

۲۳ مارچ کے انٹرویو میں اسے ذاتی دشمنی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ۔ مگر یہ فیصلہ اگر نام نہاد "تحقیقات" سے نہیں تو تاریخ کے بے رحم ہاتھوں سے ہو جائے گا ۔ یوم تبلی السرائر فمالہ من قوۃ ولا ناصر ۔
اگر خدا کی یہ زمین معصوم اور بے گناہ انسانوں کے خون سے لالہ زار بنتی رہی، علماء حق کی عزت و آبرو اس طرح برسر عام رسوا کی جاتی رہی تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے ۔۔۔ اور خدا کے ہاں ظلم و تشدد سے بڑھ کر کوئی بدترین جرم نہیں ۔ حق تعالیٰ مولانا شہید کو مقربین اور شہداء و صالحین کے مراتب عطا فرما دے اور ان کے بوڑھے والدین غمزدہ خاندان کو صبر جمیل اور پاکستان کے تمام اہل حق علماء و عوام کو ہمت دے کہ ان کا بدل نصیب ہو۔

شیخ الازہر کی نصیحت

دنیائے اسلام کی قدیم اسلامی یونیورسٹی جامع ازہر اور اس کے شیخ ۔۔ شیخ الاعظم کا ہر دور میں اسلامی دنیا میں ایک خاص مقام رہا ہے ۔ ابھی پچھلے دنوں جامع ازہر کے موجودہ شیخ عبدالحلیم محمود نے سرزمین پاکستان کو اپنی آمد کی شرف بخشی اہل علم مدارس تعلیمی اداروں اور کئی شہروں کو اپنی زیارت سے نوازا شیخ عبدالحلیم محمود نہ صرف شیخ الازہر کی حیثیت سے بلکہ اپنے ممتاز علمی مقام اور نمایاں خدمات کی وجہ بھی اس دور کی قیمتی شخصیات میں سے ہیں ۔ خوش قسمتی سے راقم الحروف کو بھی اپنے ایک دو دوستوں کے ساتھ جس دن راولپنڈی سے ان کی روانگی تھی، تقریباً ایک گھنٹہ تک یکسوئی اور تنہائی میں زیارت اور ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا انہوں نے ازراہِ شفقت نہ صرف زبانی بلکہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر نصائح سے نوازا شیخ کے مقام و عظمت اور اس تحریری نصیحت کی جامعیت اور افادیت کے پیش نظر ہم اپنے قارئین کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں ۔ شیخ الازہر نے اہل علم کو خاص طور سے مخاطب کرتے ہوئے لکھا :

النصیحۃ ان یھب الانسان نفسہ للہ تأسیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی یقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ لہ ۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی	نصیحت یہ ہے کہ انسان نبی کریم علیہ السلام کے اقتداء میں اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کردے جنہیں خداوند کریم نے مخاطب کرکے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا تھا کہ میری نماز اور عبادتیں میری زندگی اور موت صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے ۔ کوئی اس کا شریک نہیں یہی مجھے

لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين وحياة الانسان اذن يجب ان تكون لله واذا ما وهب الانسان حياته لله فيجب عليه ان يثقف نفسه اسلامياً.

وذلك بدراسة القرآن الكريم والسنة النبوية الشريف ومن افضل الكتب بعد القرآن الكريم كتب ائمة الحديث مثل صحيح البخاري وصحيح مسلم وكتاب رياض الصالحين وكذلك كتاب احياء علوم الدين وكتاب السيرة النبوية لابن كثير۔

واذا وهب الانسان نفسه لله فعليه ان يهدى الآخرون الى الله تعالى وذلك بالدعوة الى التمسك بالدين والتمسك بالخلق الصالح -

والله الموفق -

حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلے سر تسلیم و انقیاد خم کرنے والا ہوں۔ پس اب لازم ہے کہ انسان کی زندگی صرف اللہ کے لئے ہو اور جب انسان اپنی زندگی خدا کو بخش دیتا ہے۔ تو لازم ہے کہ اپنے نفس کی اسلامی حیثیت سے اصلاح کرے یہ اصلاح اور شائستگی قرآن کریم اور سنت نبی کریم سے ہو سکتی ہے۔ اور قرآن کے بعد سب سے بہتر کتابیں ائمہ حدیث کی کتابیں ہیں مثلاً بخاری شریف، مسلم شریف، ریاض الصالحین اور احیاء العلوم اور ابن کثیر کی سیرت نبویہ۔

اور جب سب کچھ انسان خدا کے سپرد کرتے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اب اوروں کی بھی اللہ کی طرف رہنمائی کرے یہ کام دین پر عمل پیرا ہو کر اور اسلام کے اخلاق و اعمال صالح اپنا کر ہو سکتا ہے۔

عبدالحلیم محمود شیخ الازہر

شیخ الازہر کے مذکورہ جامع کلمات میں عام مسلمانوں اور اہل علم کیلئے صدہا نصیحتیں ہیں ہم پاکستان میں ان کی آمد کے موقع پر تہ دل سے ان کا خیر مقدم کرتے ہیں، اور اسلامی دنیا کیلئے جامع ازہر کے زیادہ سے زیادہ بہتر خدمات کے متمنی ہیں۔

واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل

سمیع الحق
۲/ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

امت کی اصلاح و فساد میں حکمرانوں کا حصہ

آداب جہانبانی و حکمرانی

خطبہ جمعۃ المبارک ۲۵ اگست ۱۹۷۳ء جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر

(خطبہ مسنونہ کے بعد) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان امراءکم خیارکم واغنیاءکم سمحائکم وامورکم شوریٰ بینکم فظهر الارض خیر لکم من بطنها واذا کان امراءکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظهرها۔ (اوکما قال علیہ السلام)

محترم بزرگو! بیماری، بڑھاپا اور پریشانیوں میں مبتلا انسان آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہے۔ بہر تقدیر قاری سعید الرحمان صاحب کے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس حدیث مبارک کے ترجمے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم بزرگو! اس حدیث مبارک میں حکومت کرنے اور حکم نافذ کرنے والے لوگوں کی کچھ صفات ان کی گئی ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو حکمرانی اور حکومت کی اہلیت کا ایک معیار بتلایا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری امت جبکہ تمہارے امیر اور حکم نافذ کرنے والے حکومت کرنے والے تم سب میں سے بہتر ہو۔ اور اس امت کی جب یہ شان رہے گی کہ ان کے جو امراء ہیں وہ سب دین کے لحاظ سے علم کے لحاظ سے تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہوں تو یہ امت سرخرو اور کامران و کامیاب رہے گی۔

اور امیر ایک سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر چشمہ گندا ہو اور اس چشمے سے ہم چاروں طرف نالوں میں پانی نکالتے ہیں۔ اور وہ نالیاں اگر سونے کی بھی ہوں صاف ستھری ہوں۔ لیکن جب چشمہ کا پانی گندا ہے۔ اس میں گوبر ہے بول و براز ہے۔ اس میں بدبو ہے تو یہ پانی چشمے سے سونے چاندی کی نالیوں میں بھی لے جائیں مگر پانی بدبودار رہے گا۔ نجاست چاروں طرف پھیلے گی۔ اسی طرح امیر کی حالت ہے اگر وہ ٹھیک نہیں تو پوری رعایا پر اس کا اثر پڑے گا کہ الناس علی دین ملوکھم۔ (لوگ اپنے حکمرانوں کے

طور طریقوں کو اپناتے ہیں) تو حضورؐ نے فرمایا کہ سرچشمہ جو ہے امر کا وہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں خیر ہو۔ اور اس کی شان یہ ہو کہ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ جنہیں سلطنت دی وہ نماز اور زکوٰۃ قائم کریں بھلائیوں کی تلقین کی برائیوں سے روکے اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ امیر وہ شخص ہو جو مسلمان ہو عاقل بالغ ہو عالم ہو متقی ہو۔ سیاستدان ہو۔ کسی مخلوق سے نہ ڈرنے والا ہو کہ خدا کے احکام کی تنفیذ میں کسی سے نہ ڈرے کسی کی رعایت نہ کرے اور جس قانون کو وہ نافذ کرنے والا ہو۔ اسے جاننے والا بھی ہو اور ہم تو صرف نافذ کرنے والے ہی بن سکتے ہیں حکم اور امر بنانے والے کب بن سکتے ہیں ؟ وہ تو خداوند کریم ہی کی شان ہے۔ ہم تو بحیثیت امت نبی کے نائب ہیں۔ غلامان محمد الرسول اللہ ہیں۔ اور اللہ کا حکم رسول اللہ پر نازل ہوا اور رسول اللہ نے اس کی تبیین (تشریح اور وضاحت) فرمائی ایک ہے تقنین (قانون سازی) قانون بنانا۔ اور ایک ہے اس کی توضیح تو توضیح قانون کی حضورؐ نے کی۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔

میں نے تم پر قرآن نازل کیا۔ یہ دستور حیات اور یہ شریعت اس لئے اتاری کہ آپ اس کی توضیح اور بیان کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ: وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ کوئی بات بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ اللہ کی اتاری گئی وحی ہوتی ہے۔ خواہ وہ وحی جلی ہو یا خفی۔ تو تقنین تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی قانون اپنے بندوں کیلئے بنایا۔ جس ذات کے ذمہ اس کی تشریح اور توضیح تھی اسکی اطاعت وتسلیم کو نہایت ضروری قرار دیا۔ فرمایا:

فلا وربک لا یومنون حتی	تیرے رب کی قسم جب تک یہ لوگ اپنے
یحکموک فیما شجر بینھم	جھگڑوں اور اپنے تمام معاملات میں آپ
ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا	کو کھلے دل سے فیصلہ کرنے والا نہ تسلیم کریں
مما قضیت ویسلموا تسلیما۔	تو یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے۔

اور نام کے مسلمان تو ہم سب ہیں لیکن دیکھئے ایک مسئلہ ہے ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں اس پر مامور ہوں کہ لوگوں کے ساتھ قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ۔ اور جب کہہ دیں گے۔ تب ان کی جان ومال عزت وآبرو ہر طرح محفوظ ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

تو اب یہ ایک طالب العلمانہ سوال ہے۔ کہ مسلمان تو مسلمان۔ مسلمانوں کے ملک میں تو کافر

بھی رہ سکتے ہیں ذمی بن کر وہ رہیں تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے ہی حقوق ہر طرح رہیں گے۔

دماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا　　ان کا خون ان کا مال انکی آبرو مسلمانوں کے

واعراضھم کاعراضنا۔　　خون اور مال اور آبرو کی طرح محترم رہے گی۔

ان کی عزت و آبرو کی حفاظت ہمیں کرنا ہو گی۔ حالانکہ لاالہ الا اللہ تو ان لوگوں نے نہیں کہا ذمی ہیں۔ کافر ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایک تو زبان سے لاالہ الا اللہ کہنا ہے۔ جو مدار نجات آخرت ہے۔ لیکن جو کافر ہمارے ملک میں رہے گا۔ اب اس کے اوپر بھی دیوانی فوجداری قوانین تو اسلام ہی کے نافذ ہوں گے۔ اس نے یہ بات مان لی کہ مجھ پر اب ایسے فیصلے شریعت اسلام ہی کے چلیں گے۔ تو جب ایک کافر نے اس حد تک خدا کے قانون کو تسلیم کر لیا۔ تو اگرچہ حقیقتاً لاالہ الا اللہ نہیں کہا مگر حکماً کہہ دیا۔ اس لئے اس کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرما دی۔ اور اگر کوئی لاالہ الا اللہ کہتے ہوئے خدا کی حاکمیت اور قانون کو تسلیم نہیں کرے گا۔ تو بظاہر حکماً مسلمان ہی کہلائے مگر حقیقتاً لاالہ الا اللہ کی برکات اور خدا کی رعائتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ تو بہر حال بات قانون بنانے کی ہے تو تقنین صرف خدا کا کام ہے کہ ان الحکم الا للہ۔ اور ہم تو خدا کے غلام ہیں تو اب اس کے قانون پر چلیں گے اور اس کو نافذ کریں گے۔ اور قانون وہ توضیح ہے جو حضور اقدس نے احادیث کی شکل میں فرمائی۔ لتبین للناس مانزل الیھم۔ اور ان کے فرائض میں سے تھا۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہٖ۔
ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

وہ امت کو آیات خداوندی کی تلاوت فرماتے ہیں۔ ان کے قلوب کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اور انہیں کتاب اور حکمۃ کی تعلیم دیتے ہیں۔ تو کتاب کے ساتھ ایک اور چیز بھی آگئی جو ہے حکمت — اور منکرین حدیث پرویزیوں کی باتوں کا کیا اعتبار — الغرض توضیح حضورؐ ہی کا کام ہے۔ اور اب ایک چیز دوسری جس کا نام ہے توسیع ایک مسئلہ اور ایک جزئیہ حضورؐ کے زمانہ میں پیش ہوا۔ اور اب ہمارے زمانہ میں اس کی مثل اور اس کی نظیر سامنے آئی۔ تو اب علماء مجتہدین کا یہ کام ہے کہ وہ اس واقعہ کا حکم تلاش کریں۔ اس کا مقیس علیہ قرآن و حدیث میں کیا ہے۔؟ مقیس کی اس کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ تو جب مقیس علیہ حضورؐ کے زمانہ میں پیش آیا ہے۔ جب اس سے مقیس کی مشابہت دلیل سے ثابت کر دے گا تو کہیں گے کہ وہی حکم یہاں بھی نافذ ہے جو مقیس علیہ کا تھا۔ اسی کو قیاس کہتے ہیں۔ اس کو توسیع د

تطبیق کہتے ہیں۔ تو توسیع مجتہدین کا کام ہے۔ تو تقنین کام ہے اللہ کا اور تبیین پیغمبرؐ کا اور توسیع صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین نے فرمائی اس کا نام ہے فقہ اور مقیس مقیس علیہ کے درمیان مناسبت تلاش کرنا علت کو، داعی کو دیکھنا، وجہ شرکت کو تلاش کرنا اس کا نام ہے۔ اصول فقہ جو ایک مستقل باب ہے۔ اور یہ ہے اسلامی قانون۔

> اب اگر اسلامی قانون کو امیر یا قانون نافذ کرنے والا جانتا تک نہیں نہ مراتب معلوم ہیں نہ تفصیلات جانتا ہے۔ نہ اصطلاحات سے واقف ہے۔ وہ بیچارا تو صرف یورپ کا پروردہ ہے۔ اسے تو مارکس اور لینن کی باتیں معلوم ہیں اسے تو شکسپیر کے ڈرامے معلوم ہیں اسے تو ماؤزے تنگ کی باتیں معلوم ہیں۔ اور اسے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے جو علوم نبوت پھیلائے گئے ہیں۔ اس کا علم ہی نہیں تو وہ امارت کیسے کرے گا۔ ؟

تو بات سمجھ میں آئی ہوگی کہ سرچشمہ اگر صاف ہو پانی جہاں سے ابلتا ہے۔ اگر وہ پاک ہے۔ نالی مٹی کی کیوں نہ ہو۔ اس میں صاف ستھرا پانی آئے گا۔ میٹھا پانی ہر جگہ پہنچے گا۔ تو یہی حال امراء اور حکام کا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ امراء تم سب میں سے بہتر ہونے چاہئیں دیکھئے حضور اقدس کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو کیوں منتخب فرمایا۔ بعض حضرات کہتے ہیں یعنی شیعہ کہ خلافت اسکو ملنی چاہیئے تھی جس کی قرابت خاندانی تھی حضورؐ کے ساتھ۔ یعنی قرابت نہیں جسکی قربت جس کا درجہ جسکی منزلت زیادہ ہو جس کے اندر قرب خداوندی زیادہ موجود ہو۔ اور اوروں میں بھی یہ بات تھی لیکن ان میں نسبتاً زیادہ تھی تو اسی کو امیر منتخب کیا گیا۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ وکان ابوبکر اعلمنا۔ ہم سب میں بہترین علم رکھنے والے تھے۔ اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق رضؓ

خلافت کا معیار ایسی باتیں ہیں۔ اور جو لوگ اس معیار کو چھوڑ کر اور معیار ڈھونڈتے ہیں یا صرف یہ معیار کہ فلاں امیر کا بیٹا ہے تو بس اہلیت کے لئے کافی وہ لوگ سمجھتے نہیں کہ اسلام پر کس قدر بدنما داغ لگاتے ہیں۔ دیکھئے آجکل تو جمہوریت کا زمانہ ہے۔ قیصریت اور کسرویت تو یہ تھی کہ باپ مرا خلیفۂ وقت تھا۔ بادشاہ وقت تو اب اس کے بیٹے کو چاہیئے جتنا ہی بدمعاش کیوں نہ ہو اس کو ولی عہد بنا دو بیٹا نہ ہو تو خاندان کی کسی لڑکی کو ڈھونڈ کر پکڑ لاؤ۔ اور اس کے تخت پر بٹھا دو۔ پرویز کسریٰ جب قتل

ہوا اور اس کے بیٹے نے باپ کو قتل کیا یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ بعض لوگوں نے اور غالباً حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں نظر سے گذرا ہے کہ حضرت آدم کی تیسری نسل سے لیکر اس وقت تک ایک ہی خاندان کی سلطنت قائم تھی۔ تو بڑی طاقت ور سلطنت تھی۔ حضور اقدسؐ نے خسرو پرویز کو بھی اپنا گرامی نامہ بھیجا جس میں گویا ایک حدیث مبارک ہے۔ بسم اللہ من محمد عبد اللہ ورسولہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس ۔ الخ۔ کسریٰ کو والا نامہ پہنچا، خط دیکھ کر کہا کہ اچھا میرا نام بعد میں اور اپنا نام پہلے لکھا ہے۔ تو اس نے گستاخی کی اور والا نامہ پھاڑ دیا۔ یہ ایک حدیث نبوی کی بے عزتی تھی۔ تو جب حضورؐ کے پاس قاصد واپس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جسطرح ان لوگوں نے میری حدیث کی بے قدری کی اسے پھاڑا ، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے پارہ پارہ کر دے گا۔ چنانچہ آگے ایسا ہی ہوا۔ پرویز نے حضور اقدسؐ کا خط پڑھ کر آرڈر دیا یمن کے گورنر کو کہ جاکر حضورؐ کو گرفتار کر لو۔ یا نعوذ باللہ قتل کرکے پیش کردو۔

یمن کے گورنر نے دو آدمی حضورؐ کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجے۔ مدینہ منورہ گئے تو حضور اقدسؐ کے سامنے رعب کی وجہ سے لرزنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں لرزتے ہو کیا چیز یہاں دیکھی۔ ہمارے مہمان ہو اطمینان رکھو۔ پھر فرمایا انہیں آرام کرنے لے جاؤ کھانا کھلاؤ۔ اطمینان سے ہو جائیں تو پھر جو پیغام وغیرہ لائے ہوں پیش کردیں گے۔ صبح انہیں بلایا تو انہوں نے کہا کہ حضورؐ ہم تو بڑے بڑے درباروں میں اور بڑے بڑے بہادروں کے پاس گئے ہیں مگر ایسا کوئی رعب ہم پر نہیں آیا۔ یہاں پر آپ کے سامنے رعب اتنا غالب ہوا۔ اور درحقیقت یہ تو رعب نبوت تھی۔ پھر کہا کہ ہمارے پاس آپ کی گرفتاری کا آرڈر ہے۔ فرمایا کس کا کہا، کسریٰ کا۔ فرمایا کہ وہ تو رات قتل کئے گئے دونوں قاصد جب یمن گئے اپنے گورنر کے پاس ابھی اسے کسریٰ کے قتل کی خبر نہیں تھی۔ انہوں نے تاریخ اور وقت بتادیا چند دن بعد اس کو اطلاع پہنچی تو اسی وقت کے بارہ میں جو حضورؐ نے بتلایا تھا۔۔۔ کسریٰ پرویز کا بیٹا اپنے باپ کی بیوی پر عاشق ہوا۔ تو اپنے باپ کو قتل کر دیا اور تخت پر بیٹھتے ہی اس نے سارے ملک کی کلیدی عہدوں پر فائز اپنے خاندان کے مردوں کو چن چن کر قتل کر دیا کہ کوئی مجھ سے بازپرس نہ کر سکے باپ کو پہلے سے بیٹے کی حالت معلوم تھی۔ تو اس نے پہلے سے ایک صندوق میں دوائی کے بکس میں ایک ڈبیہ رکھدی اور زہر ملاکر کسی دوائی پہ لکھا کہ یہ دوا قوت باہ کیلئے بے حد مفید ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ بیٹا شوقین مزاج ہے اسے استعمال کرے گا تو اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ شہزادہ نے وہی کیا سب خاندان کے قتل کے بعد اس نے وہ دوائی کھالی۔ کہ اب تو عیاشی کروں گا۔

رد تھا زہر، کھاتے ہی زہر کے اثر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ خاندان میں تخت کا وارث مرد تھا نہیں تو پھر اس کی بیٹی پوران کو تخت پر بٹھا یا گیا حضورؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا ـــــ لن یفلح قوم ولّوا امورھم نساءھم۔ کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو گی جو اپنے امور کی باگ ڈور عورتوں کے ہاتھ میں دیدے۔ تو قیصریت اور کسرویت تو یہی تھی کہ خلافت وحکومت خاندان کی جاگیر بنا دی جائے مرد نہ ہو تو کسی عورت یا بچے کو پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اسلام نے اس چیز کو ختم کیا حضرت علیؓ خلیفہ راشد ہیں، رابع خلیفہ ہیں۔ مگر پہلے جو خلیفہ منتخب ہوئے وہ تھے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق ـــــ

اور حالت تدین وتقوٰی اور دیانت کی کیا تھی کہ خلافت سے قبل کپڑوں کی تجارت فرماتے۔ خلافت کا بار سنبھالنے کے بعد حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کپڑوں کی گٹھڑی لادے ہوئے بازار بیچنے جا رہے ہیں۔ تو کہا حضرت اب تو آپ پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ امت کا سارا کام آپ کے کاندھوں پر ہے۔ فرمایا بیوی بچوں کا بھی فکر کرنا ہے۔ ان کی معاش کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ مسجد میں جا کر حضرت عمر نے اہل حل وعقد صحابہؓ کو جمع کیا، مشورہ ہوا کہ اوسط درجہ کے مہاجر صحابی کا جو یومیہ وظیفہ ہو وہ خلیفۃ المسلمین کو بھی دیا جائے کہ وہ اپنے کاروبار سے بے فکر ہو کر خلافت کا کام کر سکیں۔

وظیفہ کیا تھا۔؟ یہی آٹھ آنے یا بارہ آنے کے برابر بیوی نے پیسہ پیسہ بچا کر کئی دن بعد کہیں حلوہ بنایا پتہ چلا تو اسے بھی اٹھا کر بیت المال میں بھیج دیا اور اپنی تنخواہ یومیہ اس کے برابر کم کرا دی کہ اتنے سے کم پر بھی کفایت ہو تی ہے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان کے خاص غلام تھے۔ جو کبھی کبھی کچھ پکا کر پیش کر دیتے ایک دن آپ نے حضرت صدیقؓ کے سامنے کھانے کی کوئی چیز پیش کر دی۔ آپ نے تناول کر لی۔ ایک لقمہ کھایا تو غلام نے پوچھا کہ آپ تو ہمیشہ کسی کھانے کے بارہ میں پوچھتے تھے کہ کہاں سے لائے کس ذریعہ سے حاصل کیا۔؟

قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ ایک ایک پائی کے بارہ میں پوچھیں گے کہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ۔ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہاں مجھے بھول ہو گئی۔ بھوک تھی سامنے کھانا آیا تو میں نے کھا لیا۔ ویسے بھی آپ محتاط ہیں۔ تو غلام نے کہا کہ میں زمانہ جاہلیت میں سحر جادو ٹوٹکے وغیرہ کیا کرتا تھا جھاڑ پھونک۔ مگر اب اسلام لانے کے بعد چھوڑ چکا ہوں۔ تو اس وقت کے کسی سحر وغیرہ کا نذرانہ مجھے ان لوگوں نے آج پیش کر دیا۔ میں نے قبول کر لیا۔ اور آپ کے سامنے بھی پیش کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو گئے کہ یہ تو عجیب بات ہوئی۔ حرام کمائی کا لقمہ پیٹ میں چلا گیا اب اس کے نکالنے کیلئے انگلیاں حلق میں ڈالیں کئی طریقے اختیار کئے مگر خالی پیٹ کا ایک لقمہ کب

نکل سکتا تھا۔ بڑی تکلیف اٹھائی کسی نے کہا کہ اگر ضرور نکالنا چاہیں تو بہت سا پانی پی لیں اور بال منہ میں ڈال دیں۔ تو شاید نکل جائے۔ بہر حال بڑی تکلیف اٹھا کر اس لقمہ کو قے کر دیا۔ کسی نے کہا کہ یہ تو ایک لقمہ تھا۔ فرمایا حرام کھا کر انسان جنت نہیں جا سکتا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے : لا یربوا لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی بہ۔ یہ کھانا معدہ میں ہضم ہو کر خون بن جاتا ہے۔ قلب میں رگوں میں پھیل کر گوشت بن جاتا ہے اور جیسا کہ دنیا میں ہم صاف ستھرے کپڑے پہن کر ہی کسی افسر یا دربار میں جاتے ہیں۔ ناپاک ہو کر نہیں جاتے۔ تو قیامت کے دن حرام سے بنا ہوا جسم جہنم میں جلے بغیر جنت اور دیدار خداوندی کا قابل نہیں ہو سکتا۔ یہ گوشت آگ میں جلے گا۔ یہ اپریشن ضرور ہو گا۔

تو گندہ نجس جسم کے ساتھ ہم جنت نہیں جا سکتے۔ قیامت کے پچاس ہزار مشقتوں کے دن سے بھی صفائی نہ ہوئی تو پھر جہنم سے صفائی کرائی جائے گی۔ دھوبی کپڑے کو گرم پانی میں جوش دیتا ہے۔ نہ ہو تو اسے لکڑی سے اور پتھروں سے مارتا ہے۔ قدموں میں پامال کرتا ہے تاکہ میل کچیل نکل جائے۔ تو اگر دل میں رتی بھر ایمان ہے تو پھر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ بہر حال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ حال تھا جو افضل البشر بعد الانبیاء ہیں جس کو خدا نے ادنو الفضل کہا ہے۔ جو محمد رسول اللہ والذین معہ کا زندگی اور موت کے بعد اور حشر کے بعد بھی مصداق ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ بنے جس کے ہاتھ سے قیصر و کسریٰ کے خزانے تقسیم ہو رہے تھے۔ اس کا روزینہ بھی ۸ یا ۱۰ آنے یومیہ تھا۔ صحابہؓ چاہتے تھے کہ کچھ اضافہ ہو۔ براہ راست جرأت نہ تھی۔ تو ان کی صاحبزادی حفصہؓ جو ام المؤمنین بھی ہیں کی وساطت سے کہلوایا کہ تنخواہ بڑی کم ہے۔ کچھ اضافہ مان لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے سن کر ناراضگی ظاہر کی۔ جس نے مشورہ دیا اس کا نام معلوم کرنا چاہا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا میں نام نہ بتلانے کا وعدہ کر چکی ہوں۔ پھر پوچھا اے بیٹی تمہارے ہاں حضورؐ کا بہترین کپڑا، بہترین کھانا، بہترین فرش کیا ہوا کرتا تھا۔ فرمایا مجھے اتنا یاد ہے کہ ایک دن حضورؐ نے جو اچھے سے اچھا کھانا تناول کیا تو وہ جو کی گرم روٹی پر کچھ گھی لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اسے رغبت سے تناول کیا۔ کپڑے گیروی رنگ کے موٹے کھدر جیسے پیوند لگے ہوئے تھے۔ سونے کا فرش زمین پر ایک دری تھی میں نے ایک رات اسے دوتہ کر دیا کہ کچھ نرم ہو جائے۔ اس پر آرام فرمایا مگر سحری کو اٹھ کر فرمایا حفصہ تم نے یہ کیا بچھایا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا آرام سے سو جانے کی وجہ سے رات کی عبادت مشکل ہو جاتی ہے۔

—— تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دیکھو حفصہ ان لوگوں سے کہہ دینا کہ میرے دو رفیق ہمارے لئے ایک راستہ بنا کر چلے گئے ہیں۔ اور منزل مقصود کو پا گئے ہیں۔ یعنی رضائے الٰہی اور حصول جنت۔ ایک حضورؐ کی ذات دوسرے حضرت ابوبکرؓ۔ تیسرا رفیق یعنی خود حضرت عمرؓ ان کے پیچھے جا رہا ہے۔ جن کا مقصد

اپنے ساتھیوں سے ملنا انہیں پالینا ہے۔ اگر وہ ان کا بتایا ہوا راستہ بدل دے گا۔ تو پھر کسی دوسری جگہ پہنچ جائے گا۔ تو میں اپنے دونوں ساتھیوں کے طرزِ معاشرہ کو نہیں بدل سکتا۔ یہی تنخواہ رہنے دو۔ حضرت عمرؓ نے لاکھوں مربع میل زمین ہزاروں شہر ہزاروں مساجد اسلامی حکومت میں شامل کرائے، مگر دنیا سے جاتے وقت بیٹے کو بلایا اور اس معمولی تنخواہ کا بھی حساب نکلوا کر وصیت کی کہ اسے میرے گھر اور زمین سے پورا کرکے بیت المال میں واپس کر دو۔

یہ حضرات حضورؐ کے ارشاد کے مصداق تھے۔ کہ اذا کان امراء کم خیارکم۔ اگر امیر تم میں سے بہترین، دیندار متقی ہو تو سارے ملک پر اثر پڑے گا۔ خدا کی رحمت نازل ہوگی، نہ ملک میں جھگڑا ہوگا۔ نہ بدامنی، حضرت عثمانؓ کی یہی حالت تھی حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ گذرے۔ بھیڑ یا بکری کو نہیں چھیڑتے تھے۔ ہندوستان میں عالمگیر گذرے کابل تک حکومت تھی، تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ قرآن مجید کی کتابت فرما کر اس مزدوری کو اپنے اوپر خرچ کیا کرتے۔ وفات کے وقت اسی رقم سے تجہیز و تکفین کرانے کی وصیت کی ترکہ میں عالمگیری جیسا عظیم دینی کام چھوڑا حضورؐ نے ایسے امراء کو امت کی بھلائی اور بہتری کی علامت قرار دیا۔ آگے فرمایا کہ: واغنیاءکم سمحاءکم تمہارے دولت مند اورغنی، سخی ہوں، فیاض ہوں۔ اور دولت کمانا بری چیز نہیں نہ شریعت منع کرتی ہے۔ مگر حلال دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے دولت نہیں۔ حُبِ دنیا بری چیز ہے۔ دنیا کی محبت اگر غریب میں ہے۔ تو وہ دنیا دار ہے۔ اور اگر لکھ پتی ہے۔ مگر دل میں حبّ دنیا نہیں تو اہل اللہ میں سے ہے۔ تو اگر دولتمند دین مذہب قوم ملک انسانیت کے لئے دولت کے دروازے کھلے رکھیں

اور تیسری بات یہ ہے۔ کہ وامورکم شوریٰ بینکم۔ ہر معاملہ کا مشورے سے فیصلہ ہو اور یہی صحابہؓ کی شانِ حق ہے۔ تو ڈکٹیٹر مت بنو۔ آج نہ دلیل سنتے ہیں نہ عقل کی بات۔ بلکہ صرف کا سوال ہے کہ جدھر سے اشارہ ہوا اور زیادہ ہاتھ اٹھے وہی صحیح۔ تو امت کے معاملات اہل حل وعقد اور دینداروں کے مشورے سے طے ہونے چاہئیں۔ اگر یہ حالت ہے۔ تو تمہارا زمین کے اوپر رہنا بہت ہی اچھا ہوا ورنہ اگر نہیں تو اسلام ملک قوم، حضورؐ کے لئے داغ بن جائیں گے۔ آگے فرمایا۔ اگر تمہارے امیر تم میں سے شریر ہوں، غنڈے ہوں۔ نکمے بن نکمے ہوں۔ شرابی، زانی، رقص کرنے والے دین اسلام نماز روزہ سے جاہل ہوں۔ اور تمہارے دولتمند تجوریاں بھرنے لگیں۔ نہ دین کے نہ قوم اور ملک کے بس اپنے نفس اور خواہشات کے اور ___ امورکم الیٰ نساءکم ___ جو بھی معاملہ ہو اس میں بیوی کو خود مختار بنایا۔ خدا اور رسول رشتہ داروں سے تعلق میں بھی بیوی کی مرضی اور نامرضی معلوم کرے اور غور تول۔ کہ حقوق اپنی جگہ ہیں۔ انکی بھی قدر ہونی چاہیئے۔ مگر عورت کا تابع ہونا بُرا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ ■■

قادیانیوں کے خفیہ مالی ذرائع

جناب زاہد شاہین۔ ایم۔ اے

- قادیانی اسلامی ممالک میں تخریب کاری کیلئے یہودیوں کے آلۂ کار ہیں۔
- سر ظفر اللہ کے کرتوت
- صیہونی، سامراجی طاقتوں اور فری میسن اداروں کے بل بوتے پر چلنے والی اسلام دشمن تحریک۔
- ایم ایم احمد نے فورڈ فاؤنڈیشن کی مدد سے پاکستانی معیشت تباہ کر دی۔

برطانوی سامراج کی سیاسی ایجنسی، قادیانیت کے خفیہ مالی وسائل جاننے سے قبل اس امر سے شناسائی ضروری ہے کہ یہ تحریک یہودی صیہونیت اور عالمی استعمار دونوں کی ذیلی شاخ ہے۔ اس تحریک کی منصوبہ بندی، تاسیس اور نمو پذیری میں اسلام دشمن طاقتوں کی پوری پوری مدد شامل تھی۔ ابتداء میں برطانوی سامراج نے اس سیاسی داشتہ کو ہندوستان کے اندر اور عرب دنیا میں جہاد اور حریت پسندانہ تحریکوں کی روک تھام کے لئے استعمال کیا لیکن رفتہ رفتہ اس کو عالمی سامراجی مقاصد کی تکمیل میں موثر طور پہ استعمال کیا جانے لگا۔ برطانوی دور میں قادیانیت کی ترویج اور اس کی امداد کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

۱۔ قادیانیوں کو ملازمتوں میں مسلمانوں کا کوٹہ دیا گیا۔ ۲۔ قادیانیوں کو حریت پسندانہ تحریکوں کے عوض استعمال کرنے کے لئے نوازا گیا۔ ۳۔ مرزا غلام احمد کی خرافات خرید کر اور انگریزی کی حمایت جہاد کی ممانعت وغیرہ میں لکھی گئی، کتابوں کے عربی، فارسی اور انگریزی میں ترجمہ کرا کے عرب ممالک میں تقسیم کرائے گئے اور مرزا صاحب کو معقول رقم مہیا کی گئی۔ ۴۔ برطانیہ کے خفیہ فنڈ جو سیاسی تحریکوں کو کچلنے اور غدار خاندانوں کو نوازنے کے لئے الگ رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے قادیانیوں کو بڑی بڑی رقمیں دی گئیں۔ سر لیپن گرفن کی کتاب میں ان غداروں کے تذکرے درج ہیں۔ ۵۔ بین الاقوامی سطح پہ قادیانیوں کو استعمال کرنے کے لئے تحریک کو ہر قسم کی مدد دی گئی اور جن ممالک میں قادیانی جاسوس کے جال پھیلا تے وہاں برطانوی سفارت خانے ان کو مالی وسائل مہیا کرتے۔

ایشیاء، افریقہ اور مشرق بعید میں قادیانیوں نے برطانوی آقاؤں کے اشارے پر سیاسی تحریکوں کو سبوتاژ کیا اور عرب ممالک میں اپنے جاسوس بھیجے جنہوں نے یہودی مفادات کے لئے کام کیا اب بھی قادیانی خلیفہ جس سکیم کا اعلان کرتا ہے۔ اس کی بنیاد لندن میں ڈالی جاتی ہے۔ نصرت جہاں فنڈ سکیم

کے لاکھوں روپے لندن کے بنکوں میں محفوظ ہیں۔ اور اس طرح نئی تحریک جوبلی فنڈ میں لاکھوں پونڈ جمع ہورہے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل مسلسل قادیانیوں کو نواز رہے ہیں۔

برطانیہ کے بعد امریکہ کا نمبر آتا ہے۔ امریکی ادارہ سی۔آئی۔اے قادیانیوں کی بھرپور مدد کرتا ہے۔ پی۔ایل ۴۸۰ کے تحت امریکہ کے جو فنڈ غیر ممالک میں موجود ہیں، ان میں سے لاکھوں روپے قادیانیوں کو دئے جاتے ہیں۔ ایک حالیہ رپورٹ میں واشنگٹن کے مارٹن شرام (MARTIN SCHRAM) نے انکشاف کیا ہے [۱] کہ سی آئی اے کے دو سو ایجنٹ امریکی بیرونی فرموں اور کمپنیوں میں موجود ہیں ان کو سی۔آئی۔اے تنخواہیں دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی گماشتے بھی ان فرموں میں گھسے ہوئے ہیں، اور تبلیغ کے نام پر جو جاسوس باہر جاتے ہیں ان سے پالیسی لائن لے کر سی۔آئی۔اے کے لئے جاسوسی کرتے ہیں اور رقمیں بٹورتے ہیں۔ مولوی فرید احمد نے اپنی کتاب دی سن بی ہائینڈ کلاوڈز (THE SUN BEHIND CLOUDS) میں بڑی تحدی سے انکشاف کیا کہ قادیانی یہودیوں اور سامراجی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں اور ایوب خان کے زمانے میں چلنے والی عوامی تحریک میں سی۔آئی۔اے نے ان کی معرفت لاکھوں روپے صرف کئے۔

قادیانیوں کو مالی امداد دینے والی عرب دشمن صیہونی ریاست اسرائیل ہے۔ اسرائیل کی جیوش ایجنسی (JEWISH AGENCY) قادیانیوں کی پشت پناہ ہے۔ اور اسرائیل جن ممالک میں تخریب کاری کے دام بچھاتا ہے۔ وہاں مسلمانوں کے روپ میں قادیانیوں کو روانہ کرتا ہے۔ فری میسن ادارے بھی قادیانیوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور ان کو سیاسی تحفظات مہیا کرتے ہیں۔ یہودیوں کی اعانت کے بل بوتے پر ایم ایم احمد اس وقت عالمی بنک میں ایگزیکٹو ڈائریکٹر لگا ہوا ہے۔ اس شخص نے فورڈ فاؤنڈیشن جیسے یہود نواز اداروں سے ساز باز کرکے پاکستان کی معاشی تباہ کاری میں بھرپور حصہ لیا اور صیہونی استعماری بلاک کے موثر ترجمان کے طور پر کام کیا۔ صیہونی، امریکی، برطانوی استعمار کا ایک اور نمائندہ سر ظفر اللہ ۱۶ گریسن ہال روڈ لندن میں بیٹھ کر وہی کام کر رہا ہے جو ایم ایم احمد واشنگٹن میں براجمان ہوکر کر رہا ہے۔ یہودیوں کے بیشمار ادارے انسانیت کے فلاح کی آڑ میں دنیا میں سرگرم عمل ہیں۔ قادیانیوں کو ان کی طرف سے بھی پوری مدد ملتی ہے اسرائیل نے افریقہ میں قدم جمانے کے لئے قادیانیوں سے پختہ عہد کر رکھا ہے اور افریقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کے لئے مالی امداد اسرائیل کی طرف سے آتی ہے۔ کیونکہ اسرائیل ہر قیمت پر عربوں کو افریقہ میں اپنی موثر موجودگی کا احساس دلانا چاہتا ہے۔ مرزا ناصر احمد کا کہنا ہے کہ بیرونی ممالک میں اتنی مضبوط قادیانی جماعتیں قائم ہوچکی ہیں کہ ان کے سالانہ بجٹ تیس لاکھ روپیہ سے بھی زائد ہیں۔ اور جوبلی فنڈ سکیم میں انہوں نے اڑھائی کروڑ کی اپیل کی ہے۔ لیکن عملاً نو کروڑ روپے جمع ہوں گے [۲]۔ یہ نو کروڑ روپے کن ذرائع سے جمع ہوں گے ظاہر ہے۔

قادیانیوں کے سیاسی آقا، امریکہ اور اسرائیل سب کچھ مہیا کریں گے۔

حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں واضح ہوا ہے کہ اسرائیل کا امریکہ کے علاوہ بہت بڑا ساتھی ہالینڈ تھا۔ اس ملک میں یہودیوں کا بڑا اثر رسوخ ہے۔ مرزا ناصر احمد نے حالیہ دورۂ یورپ میں ہالینڈ کا خصوصیت سے دورہ کیا۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو لندن سے ہالینڈ روانہ ہوئے جہاں ایک فلسطینی مرزائی محمود سلیم ربانی سے ساز باز کی گئی۔ ان تمام ممالک میں جہاں سامراجی طاقتوں اور یہودی سازش پسندوں کا عمل دخل ہے قادیانی بڑی تیزی سے بڑھ پھول رہے ہیں۔ لیکن اب اس اسلام دشمن، صیہونیت نواز، سی۔آئی۔اے اور برطانوی انٹیلی جنس کی سیاسی ایجنسی قادیانی تحریک کا پول کھل رہا ہے۔ اور اس سیاسی جماعت کی حقیقت آشکار ہو رہی ہے۔ مرزا ناصر احمد نے ایک خطبے میں کہا ہے کہ جماعت کی بین الاقوامی سطح پر مخالفت شروع ہو گئی ہے۔ اور پہلے ملک ملک میں مخالفت تھی۔ اب جس طرح کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اس کا سامنا پہلے جماعت کو نہیں کرنا پڑا آپ نے یہ بھی کہا کہ "ظاہر ہے پہلے صوبے کی مخالفت تھی پھر ملک کی مخالفت تھی — پھر ملک ملک کی مخالفت تھی مخالفت میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ اب ممالک کے اکٹھے ہو کر مقابلہ میں آجانے کا جو منصوبہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کرۂ ارض پر اور کوئی منصوبہ تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا۔"[۳]

اس موقعہ پر اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اس یہودی تحریک کے اصل سیاسی خدوخال پیش کئے جائیں خصوصاً اسلامی ممالک میں اس اسلام دشمن صیہونی، سامراجی تحریک کی حقیقت واضح کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ برطانیہ کے خفیہ فنڈ سی، آئی، اے کے مالی وسائل اور یہودیوں کے پیسے پاپا(؟) دولت کے بل بوتے پر قادیانی کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ تبلیغ کے نام پر جن علاقوں میں ان لوگوں نے جاسوسی اور سامراج پروری کے اڈے قائم کر رکھے ہیں۔ ان کی نشاندہی کی جائے۔ ان کے نام نہاد فیصلوں کے سیاسی کردار سے پردہ اٹھایا جائے۔ اور ان کے سیاہ کردار کو منظر عام پر لایا جائے۔ قادیانیت اسلام کے خلاف ہی نہیں پوری انسانیت کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ اور یہی وہ نام نہاد مذہبی تحریک ہے جسکی بنیاد مکاری، فریب دہی اور نبوت کے نام پر سیاسی جعل سازی پر قائم ہے۔

---

۱ اخبار حسن۔ کراچی، مورخہ ۷ مارچ ۱۹۷۴ء

۲ الفضل ربوہ، ۵ مارچ ۱۹۷۴ء

۳ الفضل ربوہ، ۵ مارچ ۱۹۷۴ء

مکتوب مدینہ طیبّہ

وقائع نگار خصوصی مقیم مدینہ

مدینۃ الرسولؐ کے طلبہ سے

مولانا ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

- عظمت مدینہ طیبّہ
- برّصغیر کے علمی احسانات
- علماء اور نئے تقاضے

یہ خطاب حال ہی میں مدینۃ طیبّہ کی ایک خصوصی مجلس میں اسلام کے فرزند جلیل مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے پاک و ہند کے طلبہ مقیم مدینہ طیبہ سے فرمایا اس مجلس میں مولانا محمد منظور نعمانی اور دیگر اہل علم بھی موجود تھے اسے الحق کے وقائع نگار خصوصی مقیم مدینہ طیبہ نے قارئین الحق کیلئے اسی مجلس میں قلمبند کیا۔ ادارہ

حمد و ثناء کے بعد۔ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہٗ نے حضرت مولانا عبدالغفار حسن استاد جامعہ اسلامیہ کے دولت کدہ پر طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہی مقدس جگہ ہے جہاں حاضری کی تمنائیں ہر دور میں دنیا کے لاکھوں اولیاء اللہ اور مشائخ نے کی ہیں۔ اور انہی تمناؤں کو لے کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ وہ یہاں سر کے بل اور آنکھوں کو فرش راہ کر کے حاضر ہونے کے متمنی تھے۔ مگر ان دلوں کی یہ آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ گو آخرت میں ان کو ان نیک جذبات کے اجور ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہے کہ آپ کو یہاں تک رسائی بخشی۔ یہ اگرچہ انتہائی مسرت کی بات ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری سہولت سے پہنچایا اب آپ اپنی آنکھوں سے یہاں کے نورانی مناظر کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو خواب میں مدینہ منورہ کو دیکھتے ہیں وہ صبح اٹھ کر کتنی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ادب و احترام کا مقام ہے۔ یہاں بہت احتیاط کے ساتھ قدم رکھنے ہوں گے۔ نفس گم کردہ می آید جنید و شبلی ایں جا۔

یہاں تو آنے کے لئے لوگ برسوں سے تیاری کرتے تھے۔ پہلے ہی سے یہاں کے آداب و ضوابط سے آگاہی حاصل کرتے تھے۔ یہاں اب آپ کو ادب حسن عمل حسن اعتقاد سے رہنا ہوگا۔ ہم میں یہ احساس ہر وقت بیدار رہنا چاہئے کہ ہم کہاں ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہاں کا ذرہ ذرہ اسلام کی صداقت پر شاہد ہے۔ ہمیں یہاں ہر وقت تائب و خائف رہ کر نعمت خداوندی کا احساس رہنا چاہئے۔ یہاں کی عظمت کا پورا احساس ہو۔ مسجد نبوی میں پورے ادب کے ساتھ رہیں۔ جاتے وقت اور آتے وقت اطاعت و حسن عمل کا احساس ہو۔ سیئات و معاصی سے اجتناب کا جذبہ ہو۔ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ۔

اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں اور زیادہ کہنے کا میرا مقام بھی نہیں۔ آپ مدارس عربیہ سے آئے ہیں۔ یہاں اگر آپ کو کون سی چیز لینے کی ضرورت ہے، میرا اشارہ جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے۔ آپ کو یہاں عربی زبان سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں اور بغیر کسی حق تلفی کے یہ درست ہے کہ یہاں سے تمام علوم دنیا میں پہنچے ہیں۔ یہ علوم شرعیہ کا مرکز ہے۔ لیکن اب جہاں تک علم قرآن و حدیث کا تعلق ہے۔ برصغیر ہندوستان و پاکستان کو فوقیت حاصل ہے۔ آٹھویں صدی میں جب فکری زوال و اضمحلال طاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (نامعلوم) حکمتوں کے پیش نظر اور بعض تاریخی سیاسی اسباب کی بناء پر (جو معلوم ہیں) ہندوستان کو علوم نبویہ کا مرکز بنایا۔ تاتاریوں کے پے درپے حملوں نے جب اسلامی ملکوں کو تاراج کیا۔ خاصکر ایران و ترکستان کو زیر و زبر کیا تو علم و فضل کے اصحاب کو ہندوستان میں پناہ ملی۔ رئی، ہمدان، نیشاپور، اصفہان جیسے عظیم علمی مراکز علمی روشنی سے محروم اور بے چراغ ہوئے۔ انسانی جسموں کے تودوں پر کھوپڑیوں کے مینار بنے۔ کسی بھی مسجد میں چراغ جلانے نہ دیا۔ تو وہاں کے مشائخ و علماء نے ہند کا رخ کیا۔ جہاں ایک بہت بڑی طاقتور حکومت (ترکی نسل) کی سلطنت تھی جو ان حملہ آور تاتاریوں کے حملوں کی مدافعت جواب ترکی بہ ترکی کر سکتے تھے۔ بیس سے زیادہ حملے کئے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک مصر پر اور ایک ہند پر تاتاریوں کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ دونوں جگہ ترکیوں کی حکومت تھی۔ تو ان حالات کی بناء پر ہند علماء و مشائخ کی پناہ گاہ بن گیا۔ اور سب کا رخ ہندوستان کی طرف ہوا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے۔ کہ اس تاراج شدہ سرزمین پر صدیوں تک عبقری شخصیت کا پیدا ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن ہند ان دنوں میں ایسے اشخاص کا مرکز بن گیا تھا۔ پھر آخر میں جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا دور آیا۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے یہاں کے محمد طاہر کردی سے حدیث سے کر واپس پہنچے تو ہند میں علم حدیث کا چراغ روشن کر دیا تھا۔ شاہ صاحب کے خاندان میں ایک ہی جان

پڑگئی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگردوں میں حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی۔ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی کے شیخ حسین عرب بھوپالی۔ حضرت مولانا محمد انصاری جو علامہ شوکانی کے بالواسطہ شاگرد تھے۔ انہی تک ان اکابر کے آثار۔ دارالعلوم دیوبند۔ مظاہر العلوم۔ ندوۃ العلماء اور دیگر ہند و پاک کے بیشمار مدارس کی شکل میں موجود ہیں۔ ہندوستان میں ایسی عظیم علمی شخصیتیں گذری ہیں۔ جو اپنی عبقریت کا لوہا اہل عرب سے منوا سکے۔ چونکہ عام طور پر ہندوستانی مصنفین کی زبان میں عجمیت غالب ہے۔ اس لئے وہ اہل عرب پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ علامہ سید مرتضیٰ حسن زبیدی بلگرامی اس جیسے محققین کی عربیت سے یہ لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حجاز کے طویل قیام کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کو تصنیف کیا۔ سفر حجاز سے قبل بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر ان کی عربی اور حجۃ اللہ البالغہ کی عربی میں نمایاں فرق ہے۔ بدور بازغہ، تفہیمات الخیر الکثیر کے مطالعہ سے فرق ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ایک قوم کو تب متاثر کر سکتے ہیں کہ ان کی لغت میں پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کر سکیں۔ تبلیغ کے موثر ہونے کے لئے زبان کی صلاحیت کا پہلو اہمیت رکھتا ہے۔ شاہ صاحب نے حجاز میں رہ کر حجۃ اللہ البالغہ کے لئے پوری تیاری کی اور شستہ مؤثر عبارت میں اس کتاب کو لکھا جس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو دعوت دینے کے لئے۔

یہ بات ضروری ہے کہ اس قوم کی لغت پر کامل عبور حاصل ہو۔ اور لغت جو محاسن لفظیہ معنویہ سے آراستہ ہو۔ فرنگی محل کا خاندان جن کا علمی سکہ ماوراء النہر تک مسلّم ہے۔ اور ان کی کتابیں درس نظامی کا جزو لاینفک ہیں۔ لیکن عربی کمزور ہونے کی وجہ سے عالم عربی کو متاثر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ عربوں کا ذوق ابتداء ہی سے لطیف ہے۔ اور لسانی خوبیوں کا انتہائی حساس ہے۔

آپ عمدہ سے عمدہ مضمون اگر کمزور زبان میں پیش کریں گے۔ تو وہ کبھی لوگوں کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ علماء ہند جو علم و فضل کے اعتبار سے نادرۂ روزگار تھے۔ اور ان کی کتب معارف و اسرار سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن زبان کی کمزوری کی وجہ سے ان کی عبقریت سے اہل عرب کو متعارف نہ کر سکے آپ اگر اپنی بات کو مؤثر، دل نشین انداز میں پیش کریں۔ تو وہ دل کی گہرائیوں میں اترے گی۔ ایک دفعہ میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سے پوچھا کہ یورپ میں اسلام کی اشاعت مناسب طور پر کیوں نہیں ہوتی۔ اس نے کہا کہ جو لوگ۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ وہ اہل یورپ کو فصیح و بلیغ زبان میں اسلام کے محاسن سے روشناس نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے کئی ترجمے انگریزی میں کئے گئے ہیں۔ مگر زبان [illegible]

نہ ہونے کی وجہ سے کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ جب ڈاکٹر عبدالسلام اور مارماڈیوک پکتھال نے قرآن مجید کا ترجمہ شستہ زبان میں کر دیا تو اس سے امریکہ۔ کینیڈا۔ برطانیہ میں کافی اثر ہوا۔ محمد آصف قدوائی صاحب جن کی انگریزی دانی کے انگریز بھی قائل ہیں۔ انہوں نے جاکر جو تبلیغ کی ہے۔ وہ بحمداللہ نتیجہ خیز ہے۔ آپ اپنے اکابر ومشائخ کے علوم سے اگر ان لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ تو اس کے لئے زبان کا ملکہ چاہئے۔ آپ حضرات نے جو مبارک قدم اٹھایا ہے۔ وہ انتہائی مستحسن ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے۔ کہ یہ حضرات یہ توقع لیکر آتے ہیں۔ اور یہاں آکر آپس میں اردو پنجابی میں بات کرتے ہیں۔ وہ یہاں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ آپ حضرات نے جس اعتماد محبت وخلوص کا اظہار کیا ہے۔

میں نے اس وقت کئی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں نے مجھے جتنا متاثر کیا ہے۔ کسی اور کتاب نے مجھے اتنا متاثر نہیں کیا۔ ابتدائی مطالعہ سے جو اثر تھا۔ وہ ان کتب کے مطالعہ سے بڑھ رہا ہے۔ گھٹتا نہیں۔

سید قطب طٰہٰ حسین اور دیگر لکھنے والوں کی کتابوں کا تو حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت مخدوم شاہؒ کے مکاتیب حبیب سے پڑھے ہیں۔ اور جتنا ان سے متاثر رہا ہوں۔ کسی بھی ادبی کتاب یا دیوان سے متاثر نہیں ہوا۔ ان کتابوں میں سحر جیسا اثر دیکھا ہے۔

عام مفکرین کی رائے کے مطابق انسانی تحریر مضامین کے ورود سے عبارت ہے۔ لیکن جو عمق اور گہرائی اور اسلام کی روح سے پوری واقفیت کے جواہر شاہ ولی اللہؒ اور اس کی اولاد کی کتابوں میں موجود ہیں۔ وہ دوسری کتابوں میں نہیں دیکھی۔ صراط مستقیم، عبقات، یہ علوم ہیں۔ ازالۃ الخفاء میں جو علمی تحقیق وگہرائی ہے۔ وہ ہمارے فہم دانش کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ طٰہٰ حسین کا اسلوب اور سید قطب کا زور خطاب اور قوت بیان اپنی جگہ پر ہے مگر علوم اور حکمت کی بات اور ہے۔

میں نے ندوہ میں کئی مرتبہ طلبہ کو یہ ہدایت کی کہ ایک جگہ کے طلبہ ایک کمرہ میں نہ رہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جب طلبہ مختلف علاقوں کے ہوں۔ ایک پنجابی، دوسرا بہاری اور تیسرا یوپی کا ہو تو مزاج مختلف ہوں گے۔ مختلف تہذیب وتمدن سے علمی وسعت نصیب ہوگی۔ یہاں عرب طلبہ کے ساتھ رہنے سے عربی زبان کے سیکھنے میں مدد ملے گی۔ آپ جتنی بھی عربی زبان کو سنیں گے۔ اتنی ہی قوت گویائی میں اضافہ ہوگا۔ زبان کا کان سے زیادہ تعلق ہے۔ زبان اور کان میں جوڑ ہے۔ آپ جب عرب طلبہ اور اساتذہ سے لہجہ سنیں گے۔ تو آپ کے لہجہ پر اثر پڑے گا۔ الفاظ وکلمات ذہن نشین ہونگے۔

ہماری ثقافت اور انکی ثقافت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کے ساتھ محفوظات ہیں۔ اور ہمارے ہاں مفہومات ہیں۔ یہاں کے متوسط درجہ کے ایک طالب العلم کو نحو میں الفیہ اور دیگر علوم کے متون یاد ہوں گے۔ ہزاروں کی تعداد میں اشعار و قصائد یاد ہوں گے۔ کسی بھی مجلس میں اگر آیت و حدیث یا شعر کی ضرورت پڑے تو محفوظات کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ سندوں کی سندیں پڑھنے لگتے ہیں۔ متون کے ذخائر پیش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا بہت سا علم سینہ میں اور زبان پر ہے۔ بہرحال یہ تو ایک الگ سطح کی بات ہے مجھے اس فرصت میں آپ سے جو بات کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اپنی اس قسمت پر ناز کیجئے۔ اور اگر روزانہ دو رکعت نفل شکرانہ کے ادا کریں۔ تو زیادہ انسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے۔ میرے دادا صاحب جو بہت بڑے عالم و عارف تھے۔ اور اچھے شاعر و مصنف تھے۔ عمر بھر اسی تمنا میں تھے کہ حرمین کی دید سے مشرف ہو جائیں۔ مگر باوجود شدید اشتیاق کے نہ آسکے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں منجیات خیالی کی دیوان مرتب فرمائی جس میں اپنے اشتیاق کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اسکو ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ بعض طلبہ یہاں آکر بجائے ترقی کے تنزل کر جاتے ہیں۔ ایک طالب العلم کو دیکھا جس نے یہاں سے فارغ ہو کر داڑھی کی سنت دور کر دی جو کچھ وہاں کمایا تھا یہاں آکر ضائع کر دیا۔ بعض طلبہ یہاں پڑھنے کے بعد اساتذہ کا احترام ختم ہو جاتا ہے۔

بعض حجاج کرام وہاں داڑھیاں رکھتے تھے یہاں آکر دیکھا تو داڑھیاں منڈوائی ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں وہاں ہم نے داڑھی منڈوں کو دیکھا، بجائے فائدہ کے نقصان میں مبتلا ہوئے ڈر لگتا ہے کہ بجائے نفع کے خسارہ ہو۔ شاید وہاں رہتے اور دل حرمین شریفین کے ساتھ وابستہ رہتے شوق رہتا کہ کب حرمین کی دید نصیب ہوگی۔ یہاں آکر اپنی آنکھوں سے گنبدِ خضرا دیکھا۔ آنسو نہ آئے۔ وہاں تصویر دیکھی رو دئے ہوں گا۔ اس لئے آپ ان لمحات کو غنیمت سمجھ کر ہر وقت دل میں خوف خدا اور اتباع سنت کا جذبہ ہو۔ بس میں سوار ہوں تو یہی احساس ہو کہ مدینہ منورہ کی مقدس زمین ہے۔ یہاں آئے تو صف اول میں شریک ہونے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و اذکار میں اوقات لگائیں۔ بعض طلبہ مسجد نبوی میں بھی انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مطالعہ جائز نہیں۔ مگر ذوق ایمانی کے خلاف ہے۔ بعض اکابر آئے تو مدینہ کی گلیوں میں کبھی جوتے پہن کر نہیں چلے۔

امام دارالہجرۃ مالکؒ سرزمین مدینہ میں کبھی سواری پر نہیں بیٹھے۔ تاکہ کہیں سواری کے قدم ایسی جگہ نہ پڑیں جہاں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم پڑے تھے۔ یہ ایک حالی اور وجدانی چیز ہے۔ یہاں زیادہ دن گزرنے سے زیادہ دن گزارنے سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس ترتیب اور

شوق میں کمی آجاتی ہے۔

بہرحال آپ خوش قسمت ہیں، اپنی قسمت پر آپ کو حق فخر حاصل ہے۔ آپ یہاں کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو خوب سیکھیں، بعنت فصحیٰ جاننے کی کوشش کریں۔ عامی زبان سیکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کل ایک عالم نے تقریر کی عامی زبان میں۔ تقریباً ۳۰ فیصد الفاظ کو میں نے نہیں سمجھا۔ (مولانا محمد منظور نعمانی نے فرمایا میں تو ۲۰ فیصد الفاظ بھی نہیں سمجھا۔

باقی آپ ان کو کہہ سکتے ہیں۔ لستم اولیٰ بالتوحید منا۔

ہمارا تعلق شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ سے ہے۔ آپ ہماری کوئی چیز تیرا اضافہ نہیں کر سکتے۔ عقیدۂ توحید میں بحمد اللہ ہم مضبوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک کے علاج سے محفوظ رکھا ہے۔ سید مرتضیٰ بلگرامیؒ نے اپنی کتابوں کی بدولت سارے عرب کو جھکا دیا تھا۔ تاج العروس کے نسخوں کی نقل بڑے بڑے بادشاہوں نے سونے کی سیاہی سے کر دی تھی۔ مصر میں ان کا کاروبار بادشاہوں کے دربار سے بڑھ گیا تھا۔

آپ احمد امین کی کتابیں مطالعہ کریں۔ اس میں اسلوب بھی ہے۔ اور معانی بھی۔ طٰہٰ حسین کی کتابوں میں ادبیت زیادہ ہے۔ معانی کم ہیں۔ عباس محمود العقاد ادیب ہیں۔ حسین ہیکل مقبول ترین ادیب ہیں۔ ان کی کتابوں کو دیکھا کریں۔ لیکن کسی کو پورے طور پر اپنا امام نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں پورے ادب و احترام سے رہنے کی توفیق بخشے اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس میں کامیابی عطا فرمادے۔ آمین۔

جدید زبانوں کے عربی ماخذ

جناب مصنطر عباسی ۔ ایم ۔ اے (مری)

(۳)

نہر "نہر" عربی زبان کا لفظ ہے۔ فارسی اور اردو والوں نے یہ لفظ عربی سے براہ راست حاصل کیا ہے۔ انگریزی میں نہر کے لئے "کینال" CANAL قدیم فرانسیسی میں CHANEL اور جدید فرانسیسی میں CANAL ہے۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے یہ لفظ لاطینی سے لیا ہے۔ جہاں اسکی صورت CANALIS ہے۔ انگریزی میں ایک دوسرا لفظ KENNEL ہے۔ جس کے معنی ہیں "نالی" "بدرو" "سوراخ" وغیرہ اسی طرح ایک اور لفظ ہے CHANNEL (چینل)۔ جس کے معنی ہیں دریا، ندی یا نہر کا ظرف، پانی بہنے کی جگہ یا راستہ، ظاہر ہے۔ یہ سب الفاظ "نہر" ہی کا مفہوم دیتے ہیں۔ علم لسانیات کے یورپی ماہرین کا خیال ہے کہ انہوں نے یہ تمام الفاظ سنسکرت کے لفظ KHAN (کھان یا خان) سے لئے ہیں۔ جس کے معنی کھودنے کے ہیں۔

اگر یورپ کے ان ماہرین لسانیات کی یہ بات مان لی جائے کہ جدید زبانوں کے الفاظ CANAL (کینال) CHANNEL (چینل) اور KENNEL (کینل) وغیرہ سنسکرت کے KHAN (کھان) سے ماخوذ ہیں۔ تو اس صورت میں ان تمام کلمات کا آخری حصہ "نال" یا "نیل" (NEL - NAL) زائد متصور ہوگا۔ اور KHAN کو بھی CAN یا CHAN میں تبدیل کرنے کا تکلف کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم CANAL اور CHANNEL وغیرہ کے ابتدائی رکن CA (کے) یا CH (چے) کو زائد مان لیں۔ اور باقی لفظ کو عربی کے "نال" سے ماخوذ مان لیں۔ جو نَوَل کی ایک صورت ہے تو نہ صرف یورپ کی زبانوں کے ان بیشمار الفاظ کی اصل اور ماخذ تک رسائی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اردو ہندی اور فارسی کے بھی بہت سے دوسرے الفاظ کی اصل بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی نالہ۔ نالی۔ نل۔ نلکہ وغیرہ۔

"نَوَل" عربی کلمہ ہے۔ لغت کی کتابوں میں اس کے معانی نالہ۔ ندی۔ اور نہر وغیرہ کے ہیں۔ نَال، نَوَل۔ کی ایک صورت ہے اور اس کے معانی میں عطا۔ بخشش۔ فیاضی وغیرہ کا جو مفہوم پایا جاتا

ہے۔ وہ بھی نول ہی کے مفہوم سے ماخوذ ہے۔

اگر ہم ایک قدم اور آگے بڑھائیں تو خود عربی کا "نہر" بھی نول کی طرح CANAL وغیرہ کا ماخذ قرار پا سکتا ہے۔ "نہر" کو نیل یا نال تک لے جانے کیلئے ہمیں لسانیات کے دو قاعدوں کا سہارا لینا ہوگا۔ وہ قاعدے یہ ہیں:

قاعدہ ۱:- "ہ" کا حروف علت سے تبدیل ہو جانا کم و بیش تمام زبانوں میں معلوم قاعدہ ہے۔ فارسی میں "ہست" اور "است" ہم معنی ہیں جہاں "ہ" الف (ہمزہ) سے بدل گئی ہے اردو کے وہ تمام الفاظ جن کے آخر "ہ" آتی ہے۔ انہیں مضاف الیہ یا جمع بناتے وقت "ہ" "ے" سے بدل جاتی ہے۔ جیسے "بچہ" سے "بچے کی ماں" اضافت کی صورت میں اور "بچے" جمع کی حالت میں "ہ" "ے" بن گئی ہے۔ یورپ کی جدید زبانوں میں بیشمار الفاظ ایسے ہیں جن میں "ہ" (H) محض حرف علت کی آواز کو بڑھانے کیلئے آتی ہے۔ RIGHT (رائٹ) میں H حرف "I" کی آواز کو بڑھانے کا کام دیتی ہے۔

قاعدہ ۲:- اس سلسلے میں دوسرا قاعدہ جس پر نظر ہونی چاہئے۔ یہ ہے کہ "ر" اور "ل" آپس میں تبدیل ہوتے ہیں۔ عربی زبان کے قواعد کے ماہر عالم ابن جنی نے "ر" کے بارے میں لکھا ہے۔ "اخت اللام" کہ یہ "ل" کی بہن ہے۔ یورپ کے علمائے لسانیات نے بھی R (ر) اور L (ل) کو ایک دوسرے سے تبدیل ہو جانے والے حروف میں شمار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بیشمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جاپانی زبان میں L (ل) نہیں آتا ہے۔ اور جو الفاظ معرفہ ہیں ان میں اگر L (ل) آتا ہے تو جاپانی لوگ اس L (ل) کو R (ر) سے بدل ڈالتے ہیں۔ مثلاً LONDON (لندن) کو جاپانی میں RONDON جرمنی کے دارالحکومت BERLIN (برلن) کو BERURIN اور ITALY (اٹلی) کو ITARII لکھتے اور بولتے ہیں ENGLISH (انگلش) کو جاپان والے IGIRISU کہتے ہیں۔

ENGLISH (انگلش) کے سلسلہ میں اردو میں بھی جاپانیوں کی تقلید کی جاتی ہے۔ یعنی ہم انگلش کی جگہ "انگریزی" لکھتے اور بولتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے لئے L (ل) کا تلفظ مشکل نہیں۔ عربی میں "سیر" اور "سیل" دو لفظ ایسے ہیں جن کے معانی میں قریبی ربط اور تعلق ہے۔ جبکہ ایک میں "ر" ہے اور دوسرے میں "ل" حاصل کلام یہ کہ "ہ" حرف علت سے بدلتی ہے اور "ر" "ل" سے تبدیل ہونے والا حرف ہے۔

ان دو قاعدوں کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے۔ کہ "نہر" کی "ہ" کو "ے" اور "ر" کو "ل" سے

بدل کر یورپ والوں نے "نیل" اور "نال" بنالیا ہے۔ اور "ک" یا "چ" زائد ہے۔ خود عربوں
نے "نہر" اور "نہل" میں "ر" اور "ل" کو تبدیل کر کے معانی میں خفیف سی تبدیلی کر لی ہے۔ عربی
لغت میں "نہر" اور "نہل" کے معانی اور مفہوم میں بہت قریب کا تعلق اور ربط بنایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یورپ والوں نے CANAL ، KENNEL ، CHANEL جرمنی میں KANAL
اور روسی میں KANAAL (کانال) وغیرہ تمام الفاظ یا تو عربی کے "نال" سے ماخوذ ہیں جو "نول"
کی ایک صورت ہے یا "نہر" میں "ہ" اور "ر" کی تبدیلی سے "نیل" اور "نال" بنایا گیا ہے۔

خنق | اگر کوئی صاحب انگریزی کے CANAL اور KENNEL لاطینی کے CANALIS
قدیم فرانسیسی کے CHANEL انگریزی CHANNEL جرمنی کے KANAL اور روسی کے KANAAL
کے بارے میں مصر ہوں کہ یہ سب کے سب کلمات سنسکرت کے KHAN (کھان یا خان)
ہی سے ماخوذ ہیں اور اس سلسلہ میں یورپ کے علماء لسانیات کا فرمایا ہوا حرف آخر ہے تو ہم
عرض کریں گے کہ دراصل سنسکرت کا KHAN بھی عربی کے "خنق" سے ماخوذ ہے KHAN کے معنی
ہیں کھودنا۔ اور خنق کے معنی ہیں پاسنہ درخت کے تنا کو کھود کر زمین سے نکالنا۔ کاٹنا۔ وہی سنسکرت
والا کھودنا۔

کین | ہم نے CANAL کے سلسلہ میں عرض کیا ہے کہ یہ لفظ عربی کے "نال" سے ماخوذ ہے۔
اور اس کے شروع میں CA اور بعض صورتوں میں CAN اور CHAN زائد ہے۔ اس موقع پر مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ CAN کے بارے میں بھی چند باتیں عرض کر دی جائیں CAN انگریزی میں کنستر۔ برتن۔ اور
خاص کر تیل وغیرہ کے برتن کو کہتے ہیں یہ لفظ یورپ کی قدیم زبان "انگلو سیکسن" میں CANNE ہالینڈ
کی ڈچ زبان میں KAN آئس لینڈ کی زبان میں KANNA اور جرمنی میں KANNE ہے۔ اس سے
انگریزی میں فعل بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے CANNED ، CAN مصدر سے فعل ماضی مطلق ــــ اور
CANNING (کیننگ) حاصل مصدر CAN (کین) کے معنوں میں یورپ والوں نے خاص طور
پر لکھا ہے۔ کہ اس سے مراد عام طور پر ایسے برتن لئے جاتے ہیں۔ جو لوہے کے بنے ہوتے ہیں۔ اور
ان میں تیل پانی یا کوئی دوسرا مائع ڈالا جاتا ہے۔ عربی میں ایک لفظ "قین" ہے جس کے معنی ہیں لوہار
کا کسی برتن کو درست کرنا یعنی عربی کے "قین" میں لوہا اور برتن دونوں کا مفہوم موجود ہے۔

کینل | نہر CANAL کی بحث کے دوران ایک لفظ KENNEL کا ذکر آیا ہے جس کے
معنی نالی۔ بدرو اور سوراخ کے ہیں۔ انگریزی میں ایک اور لفظ KENNEL بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں سگ خانہ۔ کتوں کا خانہ یا وہ غار جس میں

لومڑی وغیرہ قسم کے جانور رہتے ہیں۔ اس مفہوم (سگ۔خانہ) کیلئے فرانسیسی میں KEN اور CHIEN اطالوی میں CANIS کے الفاظ ہیں۔ انگریزی میں KENNEL بطور فعل بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے KENNELED اور KENNELING کے کلمات بنائے گئے ہیں یعنی کتے کو اسکی کوٹھری میں بند کیا یا بند کرنا وغیرہ۔ عربی میں ایک لفظ "قُنّ" ہے جس کے معنی ہیں مرغیوں کا ڈربہ یعنی مرغی خانہ۔ یورپ میں KEN سگ خانہ ہے اور عربی میں قُنّ مرغی خانہ۔ علاوہ ازیں عربی میں ایک اور لفظ "کِنّ" ہے جس کے معنی گھر، خانہ اور پردہ کے ہیں۔ پنجابی میں "کھن" اس مکان یا گھر کو کہتے ہیں جس کا دروازہ کسی دوسرے مکان کے اندر کھلتا ہو۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ کان (معدان) اور خانہ (گھر) وغیرہ کلمات عربی کے قُنّ یا کِنّ سے متعلق نہ ہوں۔

رات | ہم نے نہر CANAL کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے شروع میں "ک" (کے) زائد ہے اور باقی "نال" عربی لفظ ہے۔ ابتداء میں زائد رکن یا حرف کی مثال فارسی کے شب میں ملتی ہے۔ فارسی والے مانتے ہیں کہ انہوں نے "شب" کا لفظ اوستائی زبان کے لفظ "خشپ" سے لیا ہے یعنی فارسی کا شب (رات) اصل میں اوستائی زبان کا لفظ ہے۔ جہاں اسکی صورت "خشپ" ہے۔ اور فارسی والوں نے "خ" کو حذف کر کے "شب" اور "شپ" بنا لیا ہے۔ اور یاد رہے کہ اوستائی زبان میں خشپ عربی کے "خسف" یا "کسف" سے لیا گیا ہے۔ خشپ یعنی رات میں سورج کا بے نور ہو جانا یعنی تاریکی کا چھا جانا پایا جاتا ہے۔ اور خسف اور کسف کے عربی میں یہی معنی ہیں۔

کلمہ کے ابتدائی حروف یا رکن کے حذف کر دینے کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ فارسی میں "اگر" کی جگہ "گر" بولتے اور لکھتے ہیں۔ اسی طرح "از" کی جگہ "ز" بھی مستعمل ہے۔ کلمہ کے آخر سے حروف یا رکن کے حذف کی مثال "لیکن" سے "لیک" اور "ولیکن" سے "ولے" ہے۔ اور کلمہ کے درمیان سے حروف یا رکن کے حذف کی مثال "اگر" کی جگہ "ار" اور "واگرنہ" کی جگہ "ورنہ" کا استعمال ہے۔

دریا | نہر سے مناسبت کے پیش نظر دریا کے بارے میں بھی چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ یورپ کی جدید زبانوں میں دریا کیلئے حسب ذیل الفاظ ہیں

انگریزی	RIVER	(ری ور)
ڈچ	RIVIER	(ری ویر)
پرتگالی	RIO	([illegible] ریو)

ہسپانوی	RIO	(ریو)
روسی	REKA	(ریکا)
لاطینی	RIPARUS	(ریپاروس)
اسپرانتو	RIVERO	(ریورو)

اہل یورپ کا خیال ہے کہ انہوں نے یہ تمام کلمات لاطینی کے کلمہ RIPA (ریپا) سے اخذ کئے ہیں RIPA کے معنیٰ ہیں دریا کا کنارا یعنی ساحل دریا۔ اگر ہم اہل یورپ کی یہ رائے مان لیں تو پھر ہمیں عربی میں RIPA کا ماخذ تلاش کرنا ہوگا۔ چنانچہ عربی کے کلمات رَفاء ۔ ریفہ اور ریف ایسے ہیں جنہیں صورت اور معنیٰ کے اعتبار سے لاطینی کے RIPA کا ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔ رفاء کے معنیٰ ہیں کشتی کو کنارے پر لگانا۔ اور ریفہ اور ریف کے معنیٰ ہیں۔
وہ زمین جو دریا کے کنارے اور ساحل سے قریب تر واقع ہونے کی وجہ سے سرسبز اور شاداب رہتی ہے۔ ملک مصر میں دریائے نیل کے ساحلی علاقوں کی زمین کو بھی " ریف " کہا جاتا ہے۔

غرض اہل یورپ کا خیال ہے کہ RIVER ۔ RIO ۔ اور REKA وغیرہ کلمات کا ماخذ لاطینی زبان کا کلمہ RIPA ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ RIPA کا ماخذ عربی " ریف " ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے RIPA کو RIVER وغیرہ کا ماخذ تسلیم کر لیا ہے۔ ہم نے صرف لاطینی کے RIPA کا ماخذ " ریف " عرض کیا ہے۔ RIVER وغیرہ کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ ان سب کلمات کا عربی ماخذ رَدی ۔ رِدٰی ۔ رَدہ ۔ راد ۔ اور رواہ ۔ وغیرہ میں موجود ہے۔ یہ سب عربی کلمات ہیں ۔ اور ان کے معنوں میں دریا ۔ پانی ۔ سیرابی ۔ اور سرسبز و شاداب ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ ہم کہتے ہیں ۔ کہ یورپ کی زبانوں کے علاوہ فارسی زبان کا کلمہ " رود " بھی اسی عربی اصل سے ماخوذ اہل یورپ نے اصل مادے یعنی " ود " یا " راو " کے ساتھ کہیں R (ر) کہیں P (پ) اور کہیں K (ک) کا اضافہ کیا ہے ۔ اور فارسی والوں نے " د " بڑھا لیا ہے ۔ ویسے " د " کے بغیر بھی " رو " دریا کے معنوں میں مستعمل ہے ۔ اسی موقع پر اس بات کا عرض کر دینا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ " ر " اور " ج " ایک دوسرے سے تبدیل ہونے والے حرف ہیں ۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے ۔ " رو " کی طرح " جو " بھی عربی الاصل ہے ۔ (جاری)

عہد نبویؐ کا نظامِ تعلیم

حافظ سید رشید احمد ارشد
سابق صدر شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی

اسلام کے تعلیمی نظام کی اہمیت کا اندازہ لگانے سے پیشتر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ دورِ جہالت میں ظہورِ اسلام سے پہلے عربوں کی کیا حالت تھی۔

ظہورِ اسلام سے پہلے عربوں کی تعلیمی زندگی کا سراغ لگانا بے سود ہے۔ کیونکہ اس وقت اہلِ عرب ایک ناخواندہ قوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں امّی یعنی ناخواندہ کہلاتے تھے۔ اسلام سے پیشتر چند عربوں نے غیر قوموں کی مدد سے عربی رسم الخط ایجاد کیا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے عربی زبان کا کوئی رسم الخط نہیں تھا۔ یہودی اپنے عبرانی رسم الخط میں خط وکتابت کرتے تھے۔ اور اسی طرح شام و عراق کے اپنے جداگانہ رسم الخط تھے۔ یمنی عربوں کا خط حمیری ان کے تمدن کے ساتھ ہی نیست و نابود ہو چکا تھا۔ اور وہاں کے رہنے والے بھی اس قدیم خط سے ناآشنا ہو گئے تھے۔ اسلام سے پیشتر عربوں کی کوئی مرکزی اور علمی زبان نہیں تھی بلکہ ہر قبیلے کی بولی ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ ان کی بولیوں میں اس قدر اختلاف تھا۔ کہ بعض اوقات ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی بول چال کی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ بالخصوص یمن اور جنوبی عرب کی زبان، شمالی عرب اور قریش کی زبان سے بہت مختلف تھی۔

یمن کا تمدن | حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے سینکڑوں برس پہلے سبا اور حمیری قبائل کے زمانے میں جنوبی عرب کا تمدن عالمِ شباب پر تھا۔ اس وقت یہاں کے بادشاہوں نے خط مسند کے نام سے ایک رسم الخط ایجاد کیا تھا۔ جو خط حمیری کے نام سے بھی موسوم تھا۔ یہ خط صرف بادشاہوں اور امراء کی یادگاری جنگوں، رسموں اور مخصوص احکام کو کتبوں کی شکل میں لکھنے کے لئے مستعمل رہا۔ عوام میں غالباً ان کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے جو کتبات یمن کے کھنڈرات سے برآمد کئے ہیں

انہیں صرف وہاں کے بادشاہوں اور امراء نے اپنے احکام جاری کرنے، یا اپنے جنگی معرکوں کا اعلان کرنے کے لئے خطِ حمیری میں استعمال کیا تھا۔ عوام کی لکھی ہوئی کوئی تحریر یا کتبہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ اور نہ کوئی ادبی، علمی یا تعلیمی قسم کی تحریر برآمد ہوئی ہے۔ البتہ مستشرقین نے ان کتبات کی مدد سے قدیم حمیری زبان کے حروفِ تہجی اور اس کے الفاظ و قواعد معلوم کر لئے ہیں جو عربی لسانیات میں کار آمد ہو سکتے ہیں۔

مخصوص رسم الخط | ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے یہ اندازہ لگایا ہے۔ کہ خطِ حمیری کے ذریعے یمن کے عوام کو تعلیم دینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اور نہ قدیم زمانے میں عوام کو تعلیم دی جاتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے کے تمام مہذب ممالک میں بھی تعلیم محدود ہوا کرتی تھی۔ اور امراء کا ایک مخصوص حلقہ ہی تعلیم یافتہ ہوتا تھا۔
اس کے علاوہ حمیری رسم الخط نہایت مشکل اور ناقابلِ فہم تھا۔ یہ صرف اینٹوں اور پتھروں میں کھود کر لکھنے کے لئے ہی کار آمد ہو سکتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں عربوں کا کوئی تعلیمی نظام نہیں تھا۔

دورِ جاہلیت | بہرحال اگر یہ ثابت بھی ہو جائے۔ کہ یمن کے قدیمی تہذیب و تمدن کے دور میں عربوں کا کوئی تعلیمی نظام تھا۔ تو یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ کہ جب یہ مہذب سلطنتیں تباہ و برباد ہو گئیں اور یمن کے باشندے سیلاب آنے کے بعد عرب کے دور دراز علاقوں میں منتشر ہو گئے تو ان کے تمدّن کے ساتھ ساتھ ان کا تعلیمی نظام بھی ختم ہو گیا ہو گا کیونکہ اس کے بعد کے تمام جزیرۂ عرب میں جہالت و وحشت کا تاریک دور شروع ہو گیا تھا۔ اور اس سرزمین میں ناخواندگی اور جہالت کا وہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا کہ یہ دور "دورِ جاہلیت" کہلایا جانے لگا تا آنکہ اسلام نے آکر ایمان اور علم کی روشنی سے جاہلیت کے اس اندھیرے کو دور کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً نصف صدی پیشتر مکہ معظمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے ایک طرح کی مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ عرب کے تمام قبائل خانہ کعبہ کو مقدس اور متبرک خیال کرتے تھے۔ اور اس تقدس کی وجہ سے اس کے قریب سالانہ میلے اور بازار لگنے شروع ہو گئے تھے۔ اس قسم کے مرکزی اجتماعوں میں مختلف قبائل کے شعراء بھی یہاں آنے لگے اور عکاظ کے مقام پر عرب شعراء کا اجتماع ہونے لگا۔ اور وہ خاص و عام کو اپنے قصائد سنانے لگے۔

دورِ جاہلیت کے یہ شعراء مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ایسی زبان میں اشعار سناتے تھے۔ جسے عرب کے سب لوگ سمجھ سکیں ایسی فصیح اور عام فہم زبان قریش کی زبان تھی۔ کیونکہ قریش کا قبیلہ اپنے

مذہبی تقدس کی وجہ سے عرب کے ہر مقام پر تجارت کر سکتا تھا۔ اس طرح انہوں نے عرب قبائل کے تمام عمدہ الفاظ اپنی زبان میں رائج کر لئے تھے۔ یوں ان کی زبان تمام عربوں کی مرکزی زبان بن گئی تھی۔

جب خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی تو سب سے پہلی وحی اسی مرکزی زبان میں نازل ہوئی۔ سب سے پہلی آیات سورہ اقراء کی تھیں۔ جن میں نوشت وخواند کی تلقین کی گئی تھی اور قلم کے زریعے تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت کا اعتراف کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس پہلی وحی کو اسلامی نظام تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

تعلیم و تبلیغ | نبوت کے فوراً بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ پیغام خداوندی اپنے رشتہ داروں اور دیگر اہل مکہ تک پہنچا دیں۔ اور انہیں قرآن کریم کی آیات واحکام سنائیں۔ چنانچہ آپ حکم الٰہی کی تعمیل میں سخت مخالفتوں کے باوجود مکہ معظمہ میں تبلیغ کرنے لگے۔ یہی تبلیغ، اسلامی تعلیم کا سنگ بنیاد بنی اور آپ کوچہ و بازار میں ہر جگہ تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دینے لگے اور جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ آپ کی تعلیمات سے زیادہ مستفید ہوئے۔

آپ انہیں نہ صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ بلکہ ان کی عملی تربیت بھی کرتے تھے اور انہیں علم کی فضیلت سے بھی آگاہ کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں علم کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

علم کی فضیلت | قرآن کریم میں سورہ بقرہ میں حضرت آدم کی تخلیق کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں حضرت آدم کو خلافت الٰہی تفویض کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر فرشتوں پر ان کی فضیلت کو محض علم و دانش کی وجہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وعلم آدم الاسماء کلھا ... الخ

"اور خدا نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش فرما کر یہ کہا "اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔" فرشتوں نے عرض کیا "تیری ذات پاک ہے ہم تو اس کے سوا کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بلاشبہ تو ہی علم و حکمت والا ہے۔" خدا نے آدم سے فرمایا "(اب) تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔" چنانچہ حضرت آدم نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے۔ تو خدا نے فرشتوں سے کہا "کیا میں نے تم سے یہ کہا نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور انہیں بھی جن کو تم پوشیدہ رکھتے ہو۔"

دوسرے مقامات پر اہل علم کی برتری کو یوں واضح کیا گیا ہے:

(۱) قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔
(اے پیغمبر) کہہ دیجئے کہ کیا اہل علم اور جاہل افراد برابر ہو سکتے ہیں۔

(۲) یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔
اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے۔ درجات بلند کرے گا۔

دینی عالموں کی اہمیت اور ضرورت کو ان آیات کریمہ میں واضح کیا گیا ہے۔

(۳) فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ - ۱۲۲)
ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے۔ تاکہ وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے رہیں۔ اور جب وہ (تعلیم حاصل کر کے) واپس آئیں تو اپنی قوم کو تعلیم دے کر خدا کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ (آگاہ ہو جائیں) اور بری باتوں سے پرہیز کریں۔

(۴) فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (نحل - ۴۳)
اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

(۵) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (۳۵/۲۸)
بلا شبہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے علم کے اضافہ کے لئے اس دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

(۶) وقل رب زدنی علما۔
(اے پیغمبر) کہہ دیجئے، اے پروردگار! تو میرے علم میں اضافہ کر"

احادیث نبوی مذکورہ بالا چند آیات میں علم اور اہل علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ احادیث نبوی میں بھی علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جن میں مسلمانوں کو تحصیل علم کیطرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ہم چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ (حوالہ معجم طبرانی کبیر و وسط و صغیر عن ابی سعید و ابن عباس والحسن بن علی رضی اللہ عنہم)

۲۔ زمین پر عالم کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان پر ستاروں کی ہے جو بحر و بر کی تاریکیوں کو روشن کرتے ہیں اگر ستارے ماند پڑ جائیں تو رہنما بھی بھٹکتے پھریں۔ (مسند احمد)

۳۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری، مسلم و ترمذی عن ابن عباسؓ)

۴۔ جو شخص صبح سویرے علم حاصل کرنے یا علم کی تعلیم دینے کے لئے گھر سے نکلے تو اسے ایک مکمل حج کا ثواب ملتا ہے۔ (طبرانی کبیر عن ابی امامہ)

۵۔ جو شخص طلب علم کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو جب تک وہ واپس نہ آجائے ۔ تو اس وقت تک اس کا مرتبہ مجاہد اور غازی کے برابر ہوتا ہے۔ (ترمذی عن ابن عباس)

۶۔ علم و حکمت مومن کی گم شدہ (دولت) ہے۔ جہاں سے مل جائے اسے حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ مومن اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ)

۷۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر میری فضیلت ہو۔ جو شخص لوگوں کو اچھی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر اللہ، اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں دعائے خیر و برکت و رحمت کرتی ہیں۔

۸۔ العلماء ورثۃ الانبیاء ۔ علماء پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں۔

۹۔ تم مہد سے لحد تک علم حاصل کرتے رہو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے۔

معلم مدینہ | مکہ معظمہ کی زندگی میں بھی آپ نے تعلیم و تبلیغ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اس سلسلے میں آپ نے گوناگوں تکالیف و مصائب کو بھی برداشت کیا۔ مگر اصل اسلامی نظام کا آغاز مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ تاہم ہجرت سے پہلے جب مدینہ منورہ کے چالیس افراد مسلمان ہو گئے تو اہل مدینہ نے درخواست کی کہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دینے کیلئے کوئی معلم بھیجا جائے۔ لہٰذا آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ منورہ بھیجا۔ وہ پہلے مسلمان تھے جو مکہ معظمہ سے باہر ایک اسلامی معلم کی حیثیت سے بھیجے گئے۔ ان کی تعلیمی مساعی کی بدولت قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہو گئے اور اسلام مدینہ کے گھر گھر پھیل گیا۔

عام اور لازمی تعلیم | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں آکر آپ نے خود مختار اسلامی مملکت قائم کی تو اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تعلیم کا اسلامی نظام بھی قائم کیا۔

اس نظام تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم قرآن کریم کی تعلیم تھی جو مدینہ کے ہر زن و مرد کے لئے لازمی تھی۔ بچے بوڑھے سب قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس تعلیمی نظام کی نگرانی آپ خود کرتے تھے۔ اور قرآن کریم کے احکام کی وضاحت کے سلسلے میں جس کسی کو کوئی دقت پیش آتی تھی تو وہ براہ راست آپ کے پاس آکر اپنی مشکلات کو دور کرتا تھا۔

اقامتی جامعہ آپ نے اس نظام تعلیم کا آغاز اس طرح کیا کہ مسجد نبوی کے ایک حصہ میں سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنوایا یہ مسلمانوں کی پہلی اقامتی جامعہ تھی کیونکہ غریب اور لاوارث صحابہؓ یہاں آکر قیام بھی کرتے تھے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی درس دیتے تھے۔ اور دیگر اساتذہ بھی مقرر کئے گئے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن سعید بن العاص جو نہایت خوشخط تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے۔ انہیں وہاں لکھنا سکھاتے تھے۔ اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کام پر مامور کیا کہ وہ اصحاب صفہ کو لکھنا سکھائیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیں۔

اصحاب صفّہ اصحاب صفہ میں وہ صحابی شامل تھے جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا۔ اور اپنی تنگدستی کی وجہ سے وہ مہاجرین و انصار کیطرح تجارت و زراعت میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ لهٰذا وہ روز و شب مسجد نبوی کے سائبان کے نیچے چبوترہ پر اپنی زندگی گذار دیتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت رہنے کی وجہ سے آپ کی تعلیمات سے زیادہ مستفید ہوئے۔ اور دیگر اساتذہ سے بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی طرح آگے چل کر یہ مسلمانوں کے معلّم بنے۔ اور انہوں نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کو تمام دنیا میں پھیلایا۔ انہی میں حضرت ابوہریرہ بھی تھے جو احادیث نبوی کے سب سے بڑے راوی اور عالم بنے اور انہوں نے تنگدستی اور فاقہ کشی کے باوجود سب سے زیادہ احادیث نبوی کا علم حاصل کیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد ہزاروں انسانوں کو احادیث نبوی کی تعلیم دی چنانچہ ان کا یہ فیض تا قیامت جاری رہے گا۔

طلبہ کی تعداد صفہ کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض کتب میں اہل صفہ کی تعداد چار سو بیان کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصحاب صفہ کے علاوہ جو دہاں مقیم اور شب باش ہوتے تھے۔ ایسے افراد بھی وہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے جن کے گھر مدینہ میں تھے۔ یا وہ گرد و نواح میں رہتے تھے۔ اہل مدینہ وہاں صرف درس کے موقع پر شریک ہوتے تھے۔ اور گرد و نواح کے حضرات کی کافی تعداد بھی وقتاً فوقتاً درس میں شریک

ہوتی تھی ــــــ

اصحابِ صفہ یعنی مقیم طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ بعض اوقات مقیم و شب باش طلباء ستر اسی تک ہو جاتے تھے۔

نصابِ تعلیم | اس اقامتی درس گاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ اسلامی احکام (فقہ) کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔ فنِ قرأت و تجوید بھی سکھایا جاتا تھا۔ انکی تعلیمی نگرانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر فرماتے تھے۔ اور یہاں کے مقیم طلبہ کی غذا مہیا کرنے اور قیام کرنے کا بندوبست بھی آپ فرماتے تھے۔

تعلیم بالغان | اصحابِ صفہ کے علاوہ کاروباری صحابہ کرام کی بڑی تعداد بھی فرصت کے اوقات میں تعلیم حاصل کرتی تھی۔ مدینہ کے باشندے مہاجرین و انصار پر مشتمل تھے۔ وہ مسلمان جو مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورّہ آئے اور مہاجرین کہلاتے تھے۔ اہلِ مدینہ کے تعاون اور اسلامی اخوت کی بدولت بہت جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور چونکہ انہیں مکہ معظمہ میں رہنے کی وجہ سے تجارتی کاروبار کا تجربہ تھا۔ اس لئے مہاجرین تجارت کرنے لگے۔ تاہم وہ اسلام کے بنیادی مقاصد کو نہیں بھولے بلکہ اپنی فرصت کے اوقات میں مسجدِ نبوی میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اساتذہ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے تھے۔

انصار مدینہ کے قدیمی باشندے تھے۔ اور پہلے سے کاشت کاری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس لئے وہ زراعت کے کام میں لگے رہے۔ تاہم وہ بھی آنحضرت کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ سے روزمرّہ کے اسلامی احکام سیکھتے تھے۔ اور قرآن کریم کی تعلیم، دیگر اکابر صحابہؓ سے حاصل کرتے تھے۔

چونکہ مہاجرین کی کثیر تعداد مدینہ منورّہ میں آکر آباد ہو گئی تھی۔ اس لئے مدینہ شہر سے باہر مضافات میں مہاجرین و انصار آباد ہونے لگے تھے۔ اس لئے ان کے لئے روزانہ مدینہ منورّہ آنا اور مسجدِ نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مستفید ہونا مشکل تھا۔ اس لئے وہ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن آتے تھے۔ اور انہوں نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن ایک ساتھی آتا تھا۔ اور وہ جو تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس سے اپنے دوسرے ساتھی کو باخبر کر دیتا تھا۔ یوں تعاون سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے ذریعے روزمرّہ کی تعلیمات اور اسلامی احکام سے آگاہی حاصل ہو جاتی تھی۔

ایسے صحابہؓ بھی [illegible] سے باہر رہتے تھے [illegible] انہوں نے

ایک انصاری پڑوسی سے یہ معاملہ طے کر رکھا تھا کہ ایک دن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرے اور دوسرے دن وہ خود آنحضرت کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جایا کریں گے۔ یوں وہ ایک دوسرے کو روزمرہ کی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہتے۔

مدینہ پہنچ کر آپ اکثر اپنے کئی تربیت یافتہ صحابہ کو نومسلم قبائل وفود کے ساتھ روانہ کرتے تھے۔ تاکہ وہ ان کے اپنے علاقوں میں جاکر انہیں اسلامی تعلیم دیں۔ کچھ عرصہ تعلیم دینے کے بعد وہ واپس آجاتے تھے۔

قراء کی شہادت اس قسم کا ایک المناک واقعہ مدنی دور کے ابتدائی زمانے میں رونما ہوا۔ جبکہ نجد کے بعض قبائل نے درخواست کی کہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے عمدہ معلمین کو روانہ کیا جائے۔ لہٰذا آپ نے ان کی درخواست پر ستر قراء (قرآنی تعلیم کے معلمین) بھیجے مگر کفار نے بیر معونہ کے قریب انہیں دھوکے سے شہید کر دیا۔ یہ ایک ایسا المناک واقعہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر بھر اس کا قلق رہا کیونکہ اس قدر لائق اور قابل مسلمان کسی بڑی سے بڑی جنگ میں بھی شہید نہیں ہوئے۔ ان کی شہادت اسلام کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھا جسے اسلامی تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔

جنگی قیدیوں کی تعلیمی خدمت مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تبلیغ کی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا تھا تاہم مسلمانوں میں عربی لکھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس زمانہ میں عربی رسم الخط اپنی ابتدائی حالت میں تھا جس کا سیکھنا بہت مشکل تھا۔ اس لئے جب جنگ بدر کی فتح کے بعد قریش کے ستر سرکردہ افراد گرفتار ہو کر آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں سے چند قیدی ایسے بھی تھے۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ لہٰذا آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کے لئے یہ شرط مقرر کی کہ اگر ان میں ہر ایک قیدی مدینہ منورہ کے دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا۔ تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اور مالی تاوان کی بجائے ان کی یہ تعلیمی خدمت ان کی رہائی کا سبب بن جائے گی۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت بھی ان انصار کے لڑکوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے ان قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا اور آگے چل کر یہی حضرت زید بن ثابت آپ کے بہت بڑے کاتب وحی اور جامع قرآن ثابت ہوئے۔

غیر زبانوں کی تعلیم عہد رسالت میں عام تعلیم قرآن کریم، احادیث نبوی اور نوشت و خواند کی تعلیم تک محدود تھی تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے سربراہ کی

حیثیت سے غیر زبانوں میں بھی خطوط آتے تھے جنہیں غیر مسلموں اور بالخصوص یہودیوں کی مدد سے پڑھوایا جاتا تھا۔ ان خطوط میں بعض معاملات پوشیدہ ہوتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ کوئی قابلِ اعتماد صحابی ان غیر زبانوں کی تعلیم حاصل کرے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت خود بیان فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس مختلف خطوط آتے رہتے ہیں اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا ہوں کہ ان خطوط کو ہر کوئی پڑھے۔ تو کیا تم عبرانی زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو؟ یا یوں فرمایا کہ کیا تم سریانی کا لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ (سیکھ سکتا ہوں) چنانچہ میں نے سترہ دن میں وہ زبان سیکھ لی۔"

ماہرِ لسان | مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صرف عبرانی اور سریانی زبانیں ہی نہیں سیکھی تھیں بلکہ انہیں غیر زبانوں کو جلد سیکھنے میں بہت بڑا ملکہ حاصل تھا۔ وہ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی جانتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان زبانوں کی ترجمانی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ انہوں نے یہ زبانیں ان آزاد کردہ غلاموں سے سیکھی تھیں جو انہی قوموں سے متعلق تھے اور مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت مختلف زبانیں جاننے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر زبان کی تمام خط و کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے اور آپ کے کاتبِ وحی بھی تھے۔ ان یہودیوں سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے جو مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کے بارے میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی بہت سی زبانیں جانتے تھے۔ اور اپنے غیر ملکی غلاموں سے انہی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔

مخصوص اساتذہ | احادیث کی بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تعلیم پانے والوں کو عمومی تعلیم کے بعد کسی خاص شعبہ میں مزید مہارت پیدا کرنے کے لئے مخصوص اساتذہ بھی مقرر کر رکھے گئے تھے۔ چنانچہ فنِ قرأت میں مہارت کے لئے آپ طلبہ کو حضرت ابی بن کعب کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ اور میراث کے اسلامی احکام کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے آپ حضرت زید بن حارث کے ہاں طلبہ بھیجا کرتے تھے۔

فنونِ سپہ گری | چونکہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے دفاع کے لئے مسلمانوں کو تمام عسکری فنون میں ماہر ہونا بہت ضروری تھا اس لئے آپ نے تعلیمی نظام میں فنونِ سپہ گری کو خاص اہمیت دے رکھی تھی۔ آپ نے

ہدایت دے رکھی تھی کہ بچوں کو ابتداء ہی سے نشانہ بازی، تیر اندازی اور پیراکی کی تعلیم دی جاتے۔ بڑوں کے لئے بھی آپ گھوڑ دوڑ کے مقابلے کراتے تھے۔ اور جنگی مشقیں بھی کراتے تھے۔

خواتین کی تعلیم | قرآن کریم اور احادیث نبوی میں علم دین کی تعلیم کو خواتین کے لئے بھی اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس طرح وہ مردوں کے لئے ضروری ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کو تعلیم دینے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔ اور اسے باعث ثواب قرار دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنی لونڈی کو عمدہ تعلیم و تربیت دے کر نکاح کرے گا اور اسے دوگنا ثواب ملے گا۔

چونکہ مسجد نبوی مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی تعلیمی درس گاہ تھی۔ جہاں آپ صحابہ کرام کو ہر وقت تعلیم دیتے تھے۔ اس لئے ابتداء میں خواتین وہاں نہیں جاتی تھیں اور ان کے مرد بھی انہیں مسجد نبوی جانے سے روکتے تھے۔ اس لئے آپ نے انہیں حکم دیا۔

"تم اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو" اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم خواتین بھی کثیر تعداد میں آپ کی مجالس وعظ و تعلیم میں حاضر ہونے لگیں اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہونے لگیں۔ تاہم بعض زنانہ مسائل ایسے تھے جنہیں وہ براہ راست آپ سے نہیں معلوم کرسکتی تھیں۔ اس لئے ان معاملات میں وہ امہات المومنین یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات کے ذریعے مستفید ہوتی تھیں۔ یوں ان ازواج مطہرات کے ذریعے خواتین کے مخصوص مذہبی مسائل سے مسلم خواتین آگاہی حاصل کرتی رہیں۔

ان تمام سہولتوں کے باوجود مسلم خواتین نے یہ محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتہ میں ایک دن صرف خواتین کے لئے مخصوص کرا لینا چاہیے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر آپ نے ہفتہ میں ایک دن صرف خواتین کی تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اس دن آپ ان کے سوالات کے جوابات دیتے اور ملکی حالات کے مطابق وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ ان اجتماعات سے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے اور جنگی ضروریات کے لئے خواتین نے دل کھول کر مالی امداد کی۔

آپ نے خواتین کو مشغول رکھنے کے لئے مشورہ دیا کہ وہ چرخہ کاتا کریں اور گھریلو صنعتوں میں دلچسپی لیں۔

خواتین کو تعلیم دینے میں آپ کی ازواج مطہرات بھی آپ کی شریک رہیں۔ کیونکہ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ نہ صرف خود تعلیم حاصل کریں، بلکہ مسلم خواتین کو بھی تعلیم دیں، کیونکہ علم چھپانے کو آپ

نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے یکساں لازم قرار دیا تھا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم کا آغاز گھر سے کیا تھا۔ چنانچہ آپ کی تعلیم کی بدولت حضرت عائشہؓ حدیث، فقہ، تفسیر اور شعر و ادب میں بہت بڑی عالم ہو گئی تھیں۔ اور انہوں نے آپ کی وفات کے بعد بھی اس تعلیمی فیض کو جاری رکھا۔ یہی حال دیگر ازواج مطہرات کا تھا۔ کہ اگر ازواج مطہرات میں سے کوئی نوشت و خواند سے ناواقف ہوتی تھیں تو آپ دیگر خواتین کو ان کی تعلیم پر مامور کرتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت حفصہؓ نے جو حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی تھیں، آپ کے علم و اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون، شفا بنت عبداللہ سے جو خوب لکھی پڑھی تھیں، لکھنا سیکھا تھا۔

طریقۂ تعلیم | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دیگر معلمین کا طریقہ تعلیم نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے نہایت عمدہ اور موثر تھا۔ آپ نہایت آسان اور دل نشین انداز میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے جو باتیں ضروری اور اہم ہوتی تھیں انہیں آپ تین دفعہ دہراتے تھے۔ تاکہ ایک کند ذہن انسان بھی انہیں اچھی طرح سمجھ سکے آپ ہر شخص کو ان کی صلاحیت اور عقل و مزاج کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ بلکہ آپ معلموں کو بار بار یہ ہدایت فرماتے تھے۔

"تم لوگوں سے ان کی عقل (ذہنیت) کے مطابق گفتگو کیا کرو۔"

اسی اصول کے مطابق آپ نہایت آسان زبان میں مختصر گفتگو فرماتے تھے۔ اور غیر متعلقہ باتوں کو درمیان میں نہیں لاتے تھے۔ البتہ سمجھانے کے لئے اگر تمثیلات کی ضرورت ہوتی تھی تو ان سے بھی کام لیتے تھے۔ اور جو باتیں اہم اور ضروری ہوتی تھیں۔ ان کو بار بار دہراتے تھے۔ آپ کی محفل میں اکثر جاہل اور عرب بدو آیا کرتے تھے۔ اور وہ اکثر آداب محفل کا لحاظ کئے بغیر ناشائستہ طور پر گفتگو کرتے تھے اور بے ڈھنگے سوالات کیا کرتے تھے۔ مگر آپ ان کے سوالات کو نہایت صبر و تحمل اور ٹھنڈے دل سے سنتے تھے اور ان کے مزاج اور ذہنیت کے مطابق تسلی بخش جواب دیتے تھے جس سے وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔

انقلابی نتائج | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نظام تعلیم کے انقلابی نتائج آپ کے عہد مبارک ہی میں برآمد ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کی خواندگی کا معیار بڑھا بلکہ انہوں نے تہذیب و تمدن کے وہ تمام اچھے اصول سیکھے جو بالعموم موجودہ درسگاہوں میں سکھائے جاتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود ایسے عمدہ نتائج حاصل نہیں ہوتے ہیں ۔۔۔ مسلمان اس تعلیم کے ذریعے نہ صرف مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اعلیٰ کردار کے مالک بنے بلکہ انکی علمی قابلیت میں بھی اضافہ ہوا۔

عالم اسلام کا بطل جلیل

امپیکٹ ــــ لندن

صدر قذافی
اور
لیبیا میں شرعی حدود کا نفاذ

اللہ تعالیٰ نے لیبیا کے کرنل قذافی کو سعادت بخشی ہے کہ لادینیت کے اس دور میں اسلام کے قانون کا دیا شدہ پھر روشن کریں۔ پچھلے سال لیبیا میں چوری کا شرعی قانون رائج کر دیا گیا تھا۔ اس سال ۲۰ رمضان المبارک کو زنا کے بارے میں حدود شرعی شامل کتاب قانون کر لیا گیا ہے۔ قانون کی چند دفعات مختصراً درج ذیل ہیں :-

دفعہ ۱ تعریف :ــــ زنا سے مراد عورت اور مرد کے درمیان وہ جنسی تعلق ہے جو قانونی نکاح کے بغیر قائم ہو گیا ہو۔

دفعہ ۲ سزا :ــــ زانی کو سو درے لگائے جائیں گے کوڑوں کے علاوہ قید کی سزا بھی دی جا سکتی ہے ــــ (۲) لیکن یہ سزا اس حالت میں ہو گی کہ مجرم کی عمر ۱۸ برس کی ہو اور ارتکاب جرم بالقصد ہو۔

دفعہ ۳ ۱۰ برس سے کم عمر کے مجرموں کی سزا : اگر ایک مرتکب جرم ۱۰ برس سے کم عمر کا ہے تو اسے مندرجہ ذیل طریقے سے سزا دی جائے گی۔ (۱) اگر وہ سات برس کا ہے اور پندرہ سال سے کم تو اس کی فہمائش کی جائے گی، اور اگر وہ دس برس کا ہے تو اس کی عمر کے مطابق پٹائی کی جائے گی۔ (۲) لیکن اگر مجرم پندرہ برس کا ہے تو اسے باقاعدہ سزا دی جائے گی۔ (۳) اگر مندرجہ بالا صورتوں میں ارتکاب جرم کا اعادہ ہوتا ہے تو مجرم کی اس کی عمر کے مطابق پٹائی کی جائے گی۔ اگر وہ دس برس سے زائد عمر کا ہے تو اسے قانونی اصلاح خانے میں بھیج دیا جائے گا۔ (۴) اس دفعہ کے تحت تمام سزائیں نوعیت کے اعتبار سے تادیبی ہوں گی۔

دفعہ ۴ متعدد جرائم اور سزائیں : (۱) اگر مرتکب جرم کے جرائم متعدد اور باہم متعلق ہیں تو اس کی حسب ذیل طریقے پر سزا دی جائے گی۔ (الف) اگر تمام سزائیں ایک نوعیت اور یکساں مقدار کی ہیں تو صرف ایک ہی نوعیت اور مقدار کی سزا دی جائے گی۔ (ب) اگر سزائیں ایک نوع لیکن مختلف مقدار

کی ہیں تو ان میں سے سخت ترین سزا دی جائے گی۔ (ج) اگر سزائیں مختلف نوعیت کی ہیں تو پھر تمام سزائیں نافذ العمل ہوں گی۔

۲۔ اگر زانی پر قانون کی دوسری حدود کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ تو اسے شرعی حدود کے تحت سزا دی جائے گی۔

۳۔ عبرت کے لئے سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ سزا زیادہ سے زیادہ ہے۔

دفعہ ۶۔ سزا کی توثیق اور نفاذ | اگر سزا سنا دی گئی ہے تو اس کو ملتوی یا منسوخ نہیں کیا جاسکے گا۔

دفعہ ۷۔ کوڑوں کی سزا کی تنفیذ | ۱۔ کوڑوں کی سزا اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک اس کی آخری توثیق نہ ہو جائے گی۔

۲۔ مجرم کو کوڑوں کی سزا طبی معائنے کے بعد دی جائے گی۔ تاکہ اطمینان ہو جائے کہ سزا سے اس کی جان کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

۳۔ سزا ایسے کوڑے سے دی جائے گی جس کے ساتھ چمڑے کا صرف ایک بے گانٹھ تسمہ ہوگا۔ مجرم کے کپڑے کمر تک اتروا لئے جائیں گے۔ اور نازک عضوں کے سوا پورے جسم پر اوسط درجے کے درّے لگائے جائیں گے۔

۴۔ عورت کو صرف پشت اور ہتھیلیوں پر کوڑے لگائے جائیں گے۔ لیکن اس کے کپڑے نہیں اتروائے جائیں گے۔ حاملہ عورت کو وضع حمل کے دو ماہ بعد سزا دی جائے گی۔

۵۔ یہ سزا مسلمانوں کے ایک گروہ کے سامنے دی جائیں گی۔ (ماخوذ از اسپکٹ لندن ۸ر نومبر ۷۳ء)

انسانی زندگی کے مختلف مراحل

مولانا حافظ سعد الرشید۔ ارشد۔ ایم۔ اے
زیارت کاکا صاحب
فاضل دارالعلوم حقانیہ

حیوانیت سے انسانیت کا وجود میں آنا | یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام موجوداتِ عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور تمام ذی روح اشیاء خصوصاً انسان کو زندگی کی نعمت عطا فرمائی۔ بعض انسانی تقاضے دیگر حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ہر انسان کھانے، پینے، گرمی، سردی میں سایہ حاصل کرنے اور سردی میں گرمی حاصل کرنے، دیگر حاجات میں اپنے ہم جنسوں کے مشابہ ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی خاص عنایت سے انسان کو اس کی صورتِ نوعیہ کے موافق اس بات کا طبعی الہام کیا ہے۔ کہ وہ ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی خاطر مختلف طریقے اختیار کرے۔

حضرۃ العلّامہ شاہ ولی اللہؒ نے انسان، دیگر حیوانات کے درمیان مابہ الامتیاز تین چیزوں کو قرار ٹھہرایا ہے ۱؎ رائے کلّی کے موافق کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ مثلاً بھوک، پیاس وغیرہ کی ضرورت انسان اور حیوانات دونوں کو ہوا کرتی ہے۔ لیکن چوپائیوں کو صرف طبعی خواہش کسی موہوم یا محسوس غرض کو پورا کرنے کیلئے آمادہ کرتی ہے۔ اور انسان معقول نفع کا ارادہ کرتا ہے۔ ۲؎ دوسرا یہ کہ انسان، دیگر حیوانات کی طرح محض حاجت برآری پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ ان ضروریاتِ زندگی کے پورا کرنے میں عمدگی اور لطافت بھی چاہتا ہے۔ مثلاً لذیذ کھانے فاخرانہ لباس۔ اور عالیشان مکان کا متلاشی رہتا ہے۔ ۳؎ تیسرا یہ کہ عقولِ انسانی میں تفاوت کی بدولت عام لوگ عقلمندوں کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں۔ اور ضروریاتِ زندگی میں ان دانشمندوں کی زندگی کو نمونۂ حیات بناکر لائحہ عمل میں لاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱)

جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کی اسی وقت سے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کا نائب مقرر کرکے "خلیفۃ اللہ" کا خطاب عطا فرمایا۔ اور تمام نسلِ انسانی اسی سے پھیلتی رہی۔ انسان کے اسی خلافت ارضی سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نیابت اور

خلافت تب حاصل ہوتی ہے۔ کہ جس نے اسکو خلیفہ بنایا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی اجازت اور ہدایات بھی مل گئی ہوں۔ چنانچہ عقل و تدبر، غور و فکر اور سوچ و بچار سے وہ دین الٰہی معلوم ہوتا ہے۔ جیساکہ آیت کریمہ میں ہے:

"فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا۔ الآیۃ۔" (پ ۲۱۔ سورہ روم ع ۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اسی آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے۔ تو کر سکے اور بداً فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے۔ کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے۔ تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ اور احادیث صحیحہ میں تصریح موجود ہے

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام۔ الحدیث۔

یعنی کہ ہر بچہ فطرۃ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۹۹)

علامہ شاہ ولی اللہؒ نے مزید وضاحت فرمائی ہے۔ کہ طہارت، عاجزی، سماحت اور عدالت سے جو حالت مرکب ہوتی ہے۔ اس کو فطرت کہتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۵)

غرضیکہ فطرت کے معنی اللہ تبارک و تعالیٰ کیطرف وہ میلان جو انسان میں طبعی طور پر محفوظ ہے۔ اور وقت آفرینش سے مرکوز ہے جسکی بدولت فطرت انسانی میں اطاعت خداوندی اور قانون باری تعالیٰ کی تابعداری کا جذبہ موجود رہتا ہے۔ درحقیقت یہ جذبہ صرف دین کی بدولت ہے۔ اور وہ دین جسے محبوب اور مختار دین یعنی دین اسلام کہا گیا ہے ـــ ان الدین عند اللّٰہ الاسلام۔ الآیۃ (سورۃ آل عمران ع ۲) اسی دین پر پورا اترنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو بھی اسی لحاظ اسلام کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلم اپنے آپ کو ہمہ تن خدائے وحدہٗ لاشریک کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے۔ گویا "اسلام" انقیاد و تسلیم کا اور "مسلمان" حکمبرداری کا دوسرا نام ہوا۔ یوں تو شروع سے آخر تک تمام پیغمبر یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچاکر اطاعت و فرمانبرداری، خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ لیکن اسی سلسلہ میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں۔ وہ تمام شرائع سابقہ کے حقہ پر مع شئی زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں "اسلام" کے نام سے موسوم و ملقب ہوئیں (تعریف مختلف)

اس تقاضا کے پیش نظر انسان، حیوان سے اشرف، افضل اور برتر ہے۔ اور وہ تمام خواہشات جو انسان اور حیوان میں مشترک ہیں۔ ان سے بڑھ کر وہ خواہش ہے جسے محبت الٰہی اور معرفت خداوندی کی تڑپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اسی بنا پر حیوانیت سے انسانیت کو امتیازی شان حاصل ہوگئی۔

مزید برآں انسان میں ایک مادہ ملکوتی ہے جسکی بنا پر وہ شرف انسانیت میں آگیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام کا اصل نصب العین انسانیت کی ترقی اور فروغ ہے۔

انسان سے صاحب اخلاق انسان | یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انسانیت کا وجود اور دار و مدار دین پر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو صحیح معنوں میں انسانیت کا خلعت پہنا دے۔ اخلاقیات کو پرورش کر کے اسے طاقت ور اور بالاتر بنا دے اور انسان کے وجود میں پائے جانے والے تمام پہلوؤں پر اس کو غالب کر دے۔ اسلام کے اسی پاکیزہ نظام حیات نے جو خدمت سرانجام دی ہے۔ اس کے نہایت عمدہ درخشاں اور محسوس ہوتے ہوئے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اخلاقیات کے اس وسیع باب نے برائیوں اور گھٹیا عصبیتوں کو پامال کر کے اخلاق حسنہ پر مبنی ایک اعلیٰ ترین معاشرہ قائم کیا۔

اگر ایک انسان میں انسانیت کی بو نہ ہو تو وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ مزید برآں انسانیت تو درکنار حیوانات سے بدرجہا بدتر ہے۔ قرآن مجید نے واشگاف الفاظ میں ان کی حیثیت واضح فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ الآیۃ۔ (پ ۱۹ سورۃ الفرقان ع ۴) یعنی کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے بہت سے سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ اور کچھ نہیں وہ چوپائیوں کے برابر ہیں۔ بلکہ وہ راہ سے زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔"

علامہ جلال الدین محلی نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ ای اخطأ طریقا منہا لانہا تنقاد لمن یتعھدھا وھم لا یطیعون مولاھم المنعم علیھم —

(تفسیر جلالین ص ۳۰۶)

یہ تو چوپایوں سے بدتر ہیں بلکہ ان سے بدتر! انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ! چوپائے اپنے مربی پرورش کرنے والے کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں۔ نافع و مضر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے خالق و رازق کو پہچانا نہ اس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے برے کی

تیز کی۔ نہ دوست، دشمن میں فرق کیا۔ نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کیطرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے۔ اور جو قوتیں، خداوند قدوس نے عطائی تھیں ان کو معطل کئے رکھا۔ شیخ سعدی نے ایسی شے فرمایا ہے نہ زیبد زمردم بجز مردمی

ایسا جھگڑالو۔ گالی گلوچ کرنے والا انسان معاشرے کا مفسد بن کر حیوانیت کا ثبوت دیتا ہے۔ ایسی انسانیت کا کوئی شعور نہیں۔ اور انسانیت کے دائرے میں اس کی کوئی منفعت نہیں۔ کیونکہ اس نے فطرت سلیمہ سے بے راہ روی اختیار کر لی ہے۔

علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا نصب العین مقام انسان کو صاحب اخلاق حسنہ بنانا ہے۔ کیونکہ اسلامی زندگی کا اولین نصب العین اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اور عبادت کی تکمیل عمدہ اور بہترین اخلاق سے ہو سکتی ہے۔ ہادئ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - الحدیث

یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ یہی اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ عقول انسانی میں تفاوت ہے۔ اور ہر مفکر اپنی عقل کے مطابق نظریہ پیش کر لیتا ہے۔ مثلاً کسی کے نزدیک اخلاق کا تصور و ماخذ انسانیت کا تجربہ ہے۔ کسی کے نزدیک عقل ہے۔ کسی کے نزدیک وجدان ہے۔ غرضیکہ انسانیت کے تجربے سے صحیح نتیجہ معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ انسانیت کا تجربہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ تو اس نامکمل ذہن اور نامکمل تجربات سے انسانیت اور پھر اس سے اخلاقیات کا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا انسانیت اور اخلاقیات کے مکمل معیار معلوم کرنے کیلئے صرف ایک ہاں ایک ہی ذریعہ باقی رہتا ہے۔ جو کہ جامع، مانع، کامل اور اکمل ہے۔ اور وہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ جو کہ حقیقتاً منجانب اللہ ہیں۔

صاحب اخلاق سے باخدا انسان اگر انسان اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھے اور اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے کام لے کر اسی حقیقت پر نگاہ ڈالے کہ میں کیا ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ اور مجھے کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ جب انسان اپنے بارے میں سوچے گا تو قدرتی طور پر کوئی نتیجہ ضرور سامنے آئے گا۔ کیونکہ یہ امر لازمی اور حتمی ہے۔ کہ اگر انسان کسی چیز پر عقل کی روشنی میں سوچے تو ضرور کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچے گا۔

قرآن مجید میں جہاں کائنات کے وجود پر شواہد قائم کئے گئے ہیں۔ اور انسان پر اپنی تمام نعمتہائے گوناگوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں انسان کو سوچنے اور حقیقت تک پہنچنے کی بھی دعوت دی گئی ہے چنانچہ

ارشادباری تعالیٰ ہے۔ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبیّن لہم انہ الحق۔ الآیۃ۔ (سورۃ حٰم السجدہ پ۲۵)

علامہ بشیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے وہ نمونے کیا ہیں۔ وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات ہیں۔ جو سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکۂ بدر میں کفارِ مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں۔ جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے جبکہ وہ ان سنن الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں۔ جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۲۶)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وفی انفسکم افلا تبصرون۔ الآیۃ

یعنی کہ تمہارے اندر کائنات کو بند کر دیا گیا ہے۔ پس کیا تم غور و فکر نہیں کرتے کس انداز اور کن حالات میں تمہاری تربیت کی گئی۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنا راستہ بھی بتلا دیا۔ اگر اس پر بھی انسان توجہ نہ کرے تو اسکا اپنا قصور ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایہا الانسان ماغرّک بربک الکریم۔ الذی خلقک فسوّٰک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔ الآیۃ (پ۳۰ سورۃ الانفطار)

یعنی اے انسان! تو اپنے رب کریم سے کیوں بہک گیا جس نے تیری تخلیق کی پھر تجھے ہموار ترکیب دی۔ اور پھر تجھ میں عدل و توازن قائم کیا۔

پس جب انسان نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ تو یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی معرفت کے نتیجے میں انسانیت پیدا ہوئی اور پھر انبیاء کرام کی بعثت جس مقصد کے تحت کی گئی ہے وہ یہ کہ پیغمبر کی اطاعت کرکے اپنے آپ کو مہذب اور شستہ بنایا جائے اور اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین اور آراستہ کر لیا جائے۔

جب ایک انسان خدائی راہ پر چل پڑتا ہے۔ تو وہ لازماً اہل زمین پر مہربان ہوجاتا ہے۔ وہ چوری زنا، غیبت ۔ الزام تراشی ، چغل خوری ۔ رشوت ، شراب ، سود اور دیگر جرائم سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور "تخلقوا باخلاق اللہ" کا ظاہری مصداق اور نمونہ بن جاتا ہے ۔ ظالمانہ رویہ ، ناجائز حرکات سکنات ، بنی نوع انسان کی دل آزاری اور اولادِ آدم کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے ۔ اور زمین پر عدل و انصاف اور خصائل محمودہ کا مجسمہ بن جاتا ہے ۔ اسی وجہ سے آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ الحدیث۔

~ کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

جب ایک انسان اخلاق کے اس وسیع میدان میں چلتا ہے۔ پھر آخر سٹیج پر پہنچ کر تعلق مع اللہ قائم کرلیتا ہے۔ اور اس کا چلنا پھرنا ، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ اسی کے ارادے اور حکم میں ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں پر انسانیت کمال عروج تک پہنچ جاتی ہے ۔ اور نور ایمان تک پہنچنے پر معرفت الٰہی دل پر چھا جاتی ہے ۔ اور وہ انسان خدا کا دوست بن جاتا ہے ۔ جیسے قیامت کی گھبراہٹ سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی میدانِ حشر کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگا۔ انتظار اگر ہوگا ۔ تو صرف محبوب حقیقی کے دیدار اور ملاقات ہی کا انتظار ہوگا۔ اور اسی ذات پاک کی جھلک کے منتظر ہوں گے مگر یہ وہ مقام ہے۔ جو خوش قسمتوں کو ملتا ہے اور انسان کافی محنت سے پہنچتا ہے۔

شاعر نے بجا فرمایا ~

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اس مرتبے کو فنا فی اللہ کا درجہ کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر نفس مطمئنہ سے اسکا تعبیر کیا جاتا ہے۔

قسط ۳

تبرکات و نوادر

مشاہیر علماء کے خطوط

مکاتیب طیب

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند
بنام حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ

(۲۱) حضرت المحترم زید مجدکم

سلام مسنون نیاز مقرون۔ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ سفر افریقہ سے واپس ہوتے ہوتے میں پاکستان میں دس بارہ دن کیلئے لڑکیوں اور بچوں سے ملنے کیلئے اترا تھا پانچ چھ دن کراچی میں چھوٹی لڑکی کے پاس قیام رہا۔ اور دو دن ڈیرہ غازی خان بڑی لڑکی کے یہاں ٹھہرا۔ دو دن لاہور کے احباب نے یاد فرمایا۔ دوارود ہی میں آنا ہوا وقت زیادہ نہ تھا۔ اور ویزا میں بھی گنجائش نہ تھی۔ واپسی میں عجلت حضرت والدہ صاحبہ قبلہ کی علالت کی وجہ سے تھی چنانچہ میرے پہنچنے کے پانچ چھ دن بعد ان کی وفات ہوگئی جناب نے محبت و شفقت سے دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ میں یاد فرمایا ہے۔ میری تمنا ہے کہ جلسہ کی شرکت کی سعادت حاصل کروں لیکن قبضہ کی بات نہیں۔ ویزہ ملنا ممکن ہوگا تو حاضری کی سعی کروں گا۔ ورنہ میری جگہ میری دعائیں شریک جلسہ ہیں گی جلسہ کی تاریخیں۔ مقامی مصالح ہی سے متعین ہونی چاہئیں کسی پر معلق نہ رہنی چاہئیں۔

سالم واسلم واعظم سلمہم سلام عرض کرتے ہیں حضرات اساتذہ و حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون و استدعاء دعا عرض ہے۔ والسلام۔ ۳ ۶/۷۰ھ

---

(۲۲) حضرت المحترم زید مجدکم

سلام مسنون۔ ایک عریضہ دیوبند سے بجواب گرامی نامہ پیش کر چکا ہوں۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ کل ۲۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو الحمدللہ بعافیت کراچی پہنچا جلسہ کی تاریخ جناب نے کیا رکھی ہے۔ بواپسی مطلع فرمادیں

تاکہ اگر ممکن ہو اور ویزہ میں توسیع ہو جائے۔ تو اکوڑہ کا پروگرام بنا سکوں۔ یا ان تاریخوں میں پہنچنا ممکن نہ ہو۔ اور کسی قبل و بعد کی تاریخ میں ممکن ہو۔ تو آپ کی اجازت کے بعد حاضری کی اس میں سعی کروں گا۔ سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام۔

محمد طیب از کراچی سولجر بازار مرزا قلیج بیگ سٹریٹ
امین منزل۔ کراچی۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۸ء

---

(۲۳) حضرت المحترم زید مجدکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ جناب کا اور مجلس شوریٰ کا شکر گزار ہوں۔ کہ اس ناچیز کو یاد فرمایا۔ ورنہ میں تو خود ہی خواہشمند تھا۔ کہ اپنے بزرگوں اور دوستوں سے مل کر شرف حاصل کروں۔ گرامی نامہ آنے سے اس ارادہ میں مزید پختگی پیدا ہوگئی۔ میں آج ڈھاکہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے انشاء اللہ تین دن میں واپسی ہوگی۔ واپس ہو کر پروگرام بنانا ہے۔ واپسی کے بعد پہلا کام پروگرام بنا کر اطلاع دونگا۔ واپسی کے بعد آٹھ دس دن کراچی میں قیام ہوگا۔ اور راستہ میں ایک دو جگہ اترنا ہے۔ اس طرح اندازہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس دن میں جناب تک پہنچ سکوں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تاخیر اتنی ہو۔ کہ آپ ہی کی مقرر فرمودہ تاریخوں میں پہنچوں۔ مگر یقین سے نہیں عرض کر سکتا۔ بہرحال حتمی بات ڈھاکہ سے واپس پہنچ کر عرض کروں گا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

محمد طیب از کراچی سولجر بازار مرزا قلیج بیگ روڈ
امین منزل۔ کراچی۔ ۱۵ ۱۰/۵۸ء

---

(۲۴) حضرت المحترم زید مجدکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون آج ایک گرامی نامہ دستی نظر سے گزرا جس میں تذکرہ تھا۔ کہ احقر کے نام کوئی رجسٹری آنمحترم نے روانہ کی ہے۔ اور ابھی نہیں ملی تاہم مضمون پر اطلاع ہوگئی۔ دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ یکم نومبر کو ہے۔ احقر کا قیام اتنا طویل نہیں ہے۔ کہ یکم تک ٹھہروں۔ اس لئے جیساکہ جناب تحریر فرمایا ہے۔ کہ کوئی پھر درمیانی تاریخ جو احقر مناسب سمجھے۔ اکوڑہ کیلئے رکھ لی جائے۔ اس لئے حسب تحریر جناب والا یہی قصد کر لیا گیا ہے۔ کہ اکوڑہ حاضری دے کر دیوبند پہنچوں۔ آج ڈھاکہ جا رہا ہوں۔ واپسی پر پروگرام بنا کر مطلع کروں گا۔ اور تعیین تاریخ کی اطلاع دوں گا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعا کا مستدعی ہوں۔ والسلام

محمد طیب از کراچی سولجر بازار مرزا قلیج بیگ روڈ۔ امین منزل
مکان سیٹھ عبداللطیف باوانی۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء

(۲۵) محترم المقام زاد مجدکم

سلام مسنون۔ گرامی نامہ صادر ہوا۔ اس طویل فصل کے باوجود آپ دارالعلوم اور ماہنامہ دارالعلوم پر جو خصوصی توجہات مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ ان پر بے ساختہ دل سے دعا و تحسین نکلتی ہے۔ خدام دارالعلوم اس کے لئے سراپا سپاس گزار ہیں۔ مسجد[1] کی تعمیر و تکمیل پر آپ کو جتنی بھی مبارک باد پیش کی جائے کم ہے۔ درحقیقت آپ کے ذریعہ سے یہ ایک بہت بڑا دینی کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ اور آپ کے عزائم اور کاموں میں خیر و برکت بخشیں عرصہ سے پاکستان حاضری کا ارادہ ہے۔ مگر ویزہ کی قانونی مشکلات راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی ہیں۔ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ ان موانع کو دور فرما دے۔ اگر کسی وقت پاکستان میں حاضری کا موقع میسر آسکا تو آپ کے یہاں بھی حاضری کی ضرور سعی کروں گا۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ والسلام۔ ۲۴ ۳/۸۰ھ

---

(۲۶) حضرت المحترم زید مجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون۔ الحمد للہ بعافیت رہکر مستدعی خیریت مزاج گرامی ہوں۔ ۲۶ر اپریل ۱۹۶۳ء کو پاکستان پہنچ گیا تھا۔ والدہ سالم سلمہ بھی ساتھ ہیں۔ جی چاہا کہ خط کے ذریعہ نصف ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ خدا کرے کہ مزاج سامی مع متعلقین بعافیت ہو۔ میں مولانا عماد الدین[2] صاحب کا پتہ بھول گیا ہوں۔ اس لئے زحمت دیتا ہوں۔ کہ اگر ان کا پتہ معلوم ہو تو تحریر فرمادیں۔ نیز مولانا عزیز گل صاحب[3] کا پتہ بھی اگر معلوم ہو تو وہ بھی تحریر فرمادیں۔ کراچی میں پندرہ بیس دن قیام ہوگا۔ جواب سامی پتہ ذیل پر ارسال فرمایا جائے:

کراچی جمشید کوارٹرز بنگلہ نمبر ۳۵۶۔ معرفت حاجی احمد موسیٰ گنگات

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ اساتذہ دارالعلوم سے سلام مسنون فرمادیں۔ والسلام۔ ۳ ۱۲/۸۱ھ

---

[1] جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ۔ [2] مولانا عماد الدین انصاری مرحوم ہجرت کے بعد پشاور میں مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ البلاغ کے نام سے ایک ہفت روزہ نکالا اور کتب خانہ انصاریہ کے نام سے ایک مکتبہ بھی قائم کیا اس ہفت روزہ نے دارالعلوم حقانیہ کے ایک جلسۂ دستار بندی کے موقع پر ایک معیاری خاص نمبر بھی نکالا تھا۔ پشاور ہی میں وفات پائی۔ مولانا سعید الدین شیر کوٹی ان کے فرزند ہیں۔ صاحب مکتوبات کے مولانا انصاری سے گہرے دیرینہ مراسم تھے۔ [3] خادم، رفیق و تلمیذ خاص حضرت شیخ الہندؒ اس وقت آخری اسیر مالٹا ہیں خدا کے سایۂ عافیت کو قائم رکھے۔ (مدیر)

(۲۷) حضرت المحترم زید مجدکم

سلام مسنون نیاز مقرون۔ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا جلسہ کی دعوت سے سرفراز ہوا۔ انشاء اللہ جلسہ میں حاضری ضرور ہو گی۔ ویزہ مل چکا ہے۔ اور اکوڑہ کا ویزہ جناب ہی کی زیارت کی وجہ سے لیا ہے۔ دو تین دن میں ڈھاکہ جانیوالا ہوں۔ وہاں دو چار دن لگیں گے۔ واپسی کراچی ہی ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ تقریباً یکم جون سے یہ سفر شروع ہو گا۔ درمیان میں چار پانچ جگہ اتر کر ایک ایک شب ٹھہرنا ہو گا۔ اندازہ یہ ہے کہ ۱۵ - ۱۶ جون تک اکوڑہ حاضری ہو سکے گی۔ صحیح وقت اور تاریخ کی اطلاع بعد میں دوں گا۔ جلسہ کی تاریخ معین ہو جانے پر اگر مولانا عزیر گل صاحب[1] و مولانا نافع گل صاحب[2] اور مولانا عماد الدین[3] صاحب کو بھی مدعو کر دیا جائے۔ تو ان حضرات سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ ویزہ تو پشاور کا بھی مل گیا ہے۔ مگر وہاں سے کسی کا دعوت نامہ نہیں ہے۔ اکوڑہ ہی میں ملاقات ہو گی۔ امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہو گا۔ دعا کا مستدعی ہوں۔ والسلام۔ عزیزی جناب قاری سراج احمد[4] صاحب۔ سلام مسنون فرماتے ہیں۔

از کراچی جمشید کوارٹرز ۳۵۶ م ۱۵ $\frac{12}{81}$ ھ

---

(۲۸) حضرت المحترم زید مجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون۔ الحمد للہ بعافیت تمام اس طویل سفر کا دورہ کر کے کل لاہور پہنچ گیا ہوں۔ اور پرسوں ۷ جولائی ۱۹۶۳ء کو انشاء اللہ دیوبند روانگی ہو گی۔ آج اخبار ترجمان اسلام لاہور مورخہ ۶ جولائی ۱۹۶۳ء میں یہ خبر پڑھ کر فرحت ہوئی کہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں جامعہ حقانیہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں عیسائیت پر پابندی پرویز کی تکفیر وغیرہ کے بارہ میں تجاویز پاس ہوئیں۔ اس خبر کے خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ خبر دہندہ کی بے بصیری بھی نمایاں ہے۔ میری شرکت جامعہ حقانیہ کے صرف ابتدائی تقریب

---

[1] اسیر مالٹا، قافلہ حریت کی آخری نشانی شیخ الہندؒ کے خادم خاص و جانثار۔ [2] مولانا عزیر گل کے چھوٹے بھائی جید و محقق عالم سابق استاد دارالعلوم دیوبند پچھلے ماہ واصل بحق ہوئے۔ [3] ابھی پچھلے نوٹ میں جن کا ذکر ہوا۔ [4] لاہور کے ایک مشہور قاری قراءت و تجوید کے ایک مدرسہ کے نگران بھی ہیں۔

[5] اس جلسہ دستار بندی کی آخری نشست میں چند ایک ایسی قرار دادیں پاس ہوئیں جن میں حضرت مدظلہ العالی شریک نہ تھے نہ انکی صدارت ہوئی تھی بعض اخبارات نے اجلاس میں حضرت کی شمولیت کی بنا پر صدارت بھی ان سے منسوب کر دی حضرت کی آمد پاکستان بہت سے اہل فتن کو کھٹکتی رہی اور خبروں سے زیادہ اپوں کو

اجلاس میں ہوئی جس میں میں نے معجزات[1] انبیاء پر تقریر کی۔ اس اجلاس میں بھی میری صدارت نہ تھی۔ غالباً مولانا نصیر الدین صاحب[2] صدر بنائے گئے تھے۔ اگلے دن گیارہ بجے میری روانگی پشاور ہوگئی۔ اس کے بعد کے جلسوں میں حاضری اور موجودگی ہی نہ تھی۔ یہ جائیکہ صدارت ہوتی نہ مجھے ان تجاویز کا کوئی علم ہے۔ اسقدر بے بنیاد اور خلاف واقعہ خبر شائع کرنے پر حیرت ہے۔ بالخصوص جبکہ اس خبروں سے ایک شخص مشتبہ اور مبتلا بھی ہوسکتا ہے۔ دوسرے دن علی الصباح تنظیم[3] فضلاء دیوبند کا جلسہ تھا۔ جس کا تعلق جامعہ کے جلسوں سے کچھ نہ تھا۔ میں نے آج اس خبر کی تردید اخبارات کو بھیجدی ہے۔ اچھا ہوا کہ آپ کے دفتر کیطرف سے بھی اس کی تردید چلی جائے۔ اور جس پرچہ میں یہ تردید شائع ہو اس کے دو تین پرچے میرے پاس ہندوستان بھیجدئے جائیں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ جواب دیوبند ارسال فرمایا جاوے۔ سب حضرات کی خدمات میں سلام مسنون عرض ہے۔ والسلام

از لاہور سمن آباد سخاوت منزل ۲ر جولائی ۱۹۶۲ء

---

(۲۹) حضرت المحترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ نے شرف فرمایا۔ جو باعث تسلی وطمانیت ہوا۔ آنمحترم کی توجہ فرمائی کا بہت بہت کاشکر گزار ہوں۔ میرے سابقہ عریضہ میں جس گرانی کا اظہار کیا گیا تھا۔ وہ درحقیقت ـــــ آپ کی اجازت یا ایماء سے اخبارات میں گئی ہوگی۔ اور وہی بات گرامی نامہ سے واضح بھی ہوئی کہ یہ رپورٹ آپ کے معائنہ اور اذن سے بالا بالا بھیجدی گئی۔ بہر حال اس گرامی نامہ سے تسلی ہوئی اور میں ان پرچوں کا منتظر رہوں گا جس کے ارسال فرمانے کی طرف گرامی نامہ میں ایماء فرمایا گیا ہے۔ حق تعالیٰ جناب کے مراتب بلند فرمائے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام ـــــ عزیز سالم سلمہ الحمد للہ بعافیت ہیں۔ ان کا سلام قبول فرمایا جائے۔ جناب نائب مہتمم صاحب اور مولانا معراج الحق صاحب بھی اسوقت یہیں تشریف فرما ہیں۔ سلام کہتے ہیں۔ ۱۲/۲/۸۲ھ

لگ طرح طرح کی پیل وحجت کرکے رکاوٹیں کھڑی کرتا رہتا۔ اس خبر سے اور بھی خطرات بڑھ سکتے تھے۔ اس لئے تصحیح ضروری تھی۔ ورنہ قرارداد دل کا نفس مضمون ہا سے جو قطعی دینی اجتماعی اور متفقہ مسائل سے متعلق تھیں ـــــ عدم موافقت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ [1] یہ تقریر کتابی شکل میں دار العلوم سے شائع ہوئی۔ [2] مشہور محدث وشیخ الحدیث شارح مشکوٰۃ مولانا نصیر الدین غورغشتی مرحوم۔ [3] جلسہ دستار بندی کے دوران ایک خصوصی اجلاس تنظیم فضلاء دیوبند کا ہوا جس میں حضرت مدظلہ نے دار العلوم دیوبند کی عظمت اور قدر وقیمت اور تنظیمی مسائل پر مؤثر خطاب فرمایا جو معجزات انبیاء نامی تقریر کے ساتھ ہی شائع ہوا۔ (س)

(۳۰) حضرت المحترم المکرم زید مجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون. مکرمت نامہ دستی نے سرفراز فرمایا. صاحبزادہ سلمہ[۱] کی ملاقات مزید خوشی و مسرت کا باعث ہوئی۔ اس موقع پر پاکستان کی حاضری بلا کسی سابقہ منصوبہ اور ارادہ کے ہوئی. میری حقیقی بھانجی کے انتقال کا سانحہ اس فوری سفر کا باعث ہوا۔ اس لئے ویزہ بھی صرف کراچی کا لیا گیا. واپسی پر البتہ کراچی سے لاہور کا ویزہ حاصل کیا گیا. سفر میں کچھ بھی گنجائش ہوتی تو اکوڑہ حاضر ہو کر زیارت سے ضرور مشرف ہوتا. لیکن دارالعلوم کے بعض ضروری اور ہنگامی مشاغل کی وجہ سے فوری واپسی ضروری ہے. پرسوں انشاء اللہ اتوار کے دن دیوبند کو روانگی ہو رہی ہے. وہاں پہنچکر بعض طویل سفر پہلے سے طے شدہ ہیں. اس لئے پاکستان جلد واپسی نہ ہو سکے گی. لیکن اگر ایسی صورت پیدا ہوئی اور کوئی صورت جلد ہی عود کی نکلی تو جناب کو ضرور اطلاع دوں گا. مگر اسوقت اس کا فیصلہ مشکل ہے. سالم سلمہ بھی جناب کی ملاقات اسٹیشن پر[۲] اور شفقت کا ذکر کرتے تھے. میں ہر حالت میں دعا کا محتاج ہوں سالم کی والدہ بھی ساتھ ہیں. وہ سلام عرض کرتی ہیں. اور دعا کی درخواست کرتی ہیں. دارالعلوم حقانیہ کے سب بزرگوں اور حضرات اساتذہ کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام عرض ہے. اس توجہ فرمائی اور صاحبزادہ سلمہ کو بھیجنے کی عزت افزائی پر شکر گزار ہوں. والسلام. ۱۴ $\frac{۱۲}{۸۲}$ ھ

لاہور، ملتان روڈ، نواں کوٹ. کاشانۂ قاسمی ۱۵۶ء

---

(۳۱) حضرت المحترم زید مجدکم

سلام مسنون نیاز مقرون. گرامی نامہ نے مشرف فرمایا. تبریک حج کا شکر گزار ہوں. حق تعالیٰ مبارکباد دینے والے بزرگوں کو سلامت باکرامت رکھے. آپ ہی جیسے بزرگ فضلاء سے دیوبند کا نام روشن ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمادیں. اور آپکی علمی اور عملی مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے. آمین.

آپ سے ملنا خود سعادت ہے. اور سعادت کا خواہاں کون نہیں. ؟ مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"
کل کراچی کے مقصد سے روانہ ہو رہا ہوں. دس پندرہ دن کراچی میں قیام رہے گا. دو چار دن ڈیرہ غازی خان اور دو ایک دن لاہور ویزا میں یہی تین مقامات درج ہیں. معلوم نہیں کہ نومبر میں ویزہ ملے یا نہ ملے. مل گیا تو جلسہ میں حاضری کی سعی کروں گا. امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا. حضرات اساتذہ واراکین مدرسہ کی خدمت میں سلام مسنون. والسلام. از دیوبند. ۲ $\frac{۳}{۷}$ ھ

(باقی آئندہ) ■■

---

[۱] اس موقع پر راقم الحروف دستی دعوت نامہ لیکر لاہور حاضر ہوا تھا. [۲] پشاور جاتے ہوئے اکوڑہ خٹک کے ریلوے اسٹیشن پر. (س)

اسمبلی کے ریکارڈ سے مرتب کیا گیا

قومی اسمبلی میں
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
کے
سوالات
اور
جوابات

قومی اسمبلی میں قومی و ملی مسائل پر
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
کا سوالات اور وزراء کے جوابات
جتنے دستیاب ہو سکے ہیں بلا تبصرہ پیش
ہیں۔ تا — تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

وزارت سیاحت اور کراچی میں جواخانہ

۲۸ نومبر ۱۹۷۳ء

سوال نمبر ۳۸ - کیا وزیر سیاحت ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :
(الف) ۔ کیا یہ صحیح ہے کہ وزارت سیاحت کی سرپرستی میں کراچی میں مانٹی کارلو کی سطح پر ایک گیمبلنگ ہاؤس (جوا خانہ) کی تعمیر ہو رہی ہے ۔ ؟
(ب) کیا یہ صحیح ہے کہ اس میں دنیا کے اعلیٰ ڈانسرز اور برہنہ رقاصاؤں کو تربیت دینے کا پروگرام ہے ۔ ؟
(ج) کیا یہ صحیح ہے کہ اس مقصد کے لئے حکومت نے ۱۵ لاکھ روپے زرمبادلہ دیا ہے۔ تاکہ باہر کی رقاصائیں منگوا کر پاکستانی خواتین کو تربیت دی جاسکے ۔

جواب :- راجہ تری دیو رائے ـــ (الف ۔ ب ۔ ج) جی نہیں ۔

پاکستان اور غیر ملکی ماہرین

۲۹ نومبر ۱۹۷۳ء

سوال نمبر ۵۔ کیا وزیر معاشی امور ازراہ کرم یہ بیان فرماویں گے، کہ آجکل پاکستان میں کتنے

غیر ملکی ماہرین فن کام کر رہے ہیں اور وہ بطور ماہانہ تنخواہ واالاؤنس کسقدر رقوم حاصل کر رہے ہیں
جواب : ڈاکٹر مبشر حسن ——— غیر ملکی ماہرین جو فی الحال پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔ اور جن کی خدمات شعبہ اقتصادی امور نے مختلف ٹیکنیکی مدد پروگراموں کے تحت وفاقی وزارتوں / شعبوں اور صوبائی حکومتوں کے واسطے حاصل کی تھیں۔ کی تعداد ۱۲۵ ہے۔ ملک وار / ایجنسی وار تفصیل ایوان کی میز پہ رکھے گئے۔ کیفیت نامہ میں دی گئی ہے۔ اس اعداد و شمار میں وہ غیر ملکی ماہرین شامل نہیں جو تربیلا جیسے منصوبوں اور ان منصوبوں میں جن میں خاص منصوبہ امداد سے سرمایہ لگتا ہے۔ یا وہ جن سے غیر ملکی اور پاکستانی فرمیں خدمت لے رہی ہیں۔ شامل نہیں ہیں۔ پاکستان میں ایسا کوئی ماہر کام نہیں کر رہا ہے۔ جیسے حکومت پاکستان کیطرف سے مشاہیر د　　　ادا کئے جاتے ہیں :

کیفیت نامہ جیسے ایوان کی میز پر پیش کیا جاتا ہے۔

حکومت کی کئی وزارتوں / شعبوں / صوبائی حکومتوں کے واسطے شعبہ اقتصادی امور نے جن غیر ملکی ماہرین کی خدمت حاصل کی ہیں۔ اور فی الحال جو پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی کل تعداد ۱۲۵ ہے۔ ملک وار / ایجنسی وار تفصیل نیچے دکھائی گئی ہے۔

(الف) اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام	۵۵
(ب) یو۔ ایس ایڈ	۲
(ت) جاپان (سی پی)	۴
(ٹ) آسٹریلیا (سی پی)	۱
(ث) مغربی جرمنی	۳۸
(ج) سوئٹزرلینڈ	۵
(چ) نیدرلینڈ	۴
(ح) سویڈن	۴
(خ) چین	۳۹
(د) دولت مشترکہ (سی پی) دی او ایس	۲
(ڈ) فورڈ فاؤنڈیشن	۲
(ر) عالمگیر تنظیم صحت	۹
کل میزان	۱۲۵

لیبیا اور پاکستانی ماہرین کی فراہمی میں کوتاہی

یکم دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال ۸۵۴ (الف) کیا وزیر امور خارجہ از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا لیبیا کی حکومت نے اپنے تیل صاف کرنے والے کارخانوں کے منصوبوں کے لئے ماہرین کی خدمات کے لئے پاکستان سے درخواست کی تھی۔؟

(ب) اگر ایسا ہے تو پاکستان نے کس حد تک یہ مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کی۔؟

(پ) اگر نہیں کی تو آیا اس سے ہندوستان کو لیبیا میں ایک مضبوط لابی بنانے میں مدد نہیں ملی ہے۔؟

(ت) اگر (پ) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو آیا اس صورت حال کی اصلاح کے لئے کوئی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو اس کی تفصیلات کیا ہیں۔

جواب :- جناب عبدالحفیظ پیرزادہ ــــ (الف) جی نہیں۔

(ب، پ، ت) سوال پیدا نہیں ہوتا۔

غیر ملکی فلمیں اور زرمبادلہ

۳ دسمبر ۱۹۷۳

سوال ۸۵۴ کیا وزیر مالیات از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے۔ کہ (الف) غیر ملکی فلموں کی درآمد پر موجودہ حکومت کیطرف سے خرچ کئے گئے زرمبادلہ کی رقم کیا ہے۔

(ب) اس مدت میں بیرون ملک برآمد کی گئی پاکستانی فلموں سے کمایا گیا زرمبادلہ کتنا ہے۔

جواب :- جناب جے اے رحیم ــــ (الف) یکم جنوری ۱۹۷۲ء سے ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء تک کی مدت کے دوران غیر ملکی (ایکسپوزڈ) فلموں کے لئے جاری کئے جانے والے لائسنسوں کی مالیت ۸۷۵,۸۴۰/- ڈالر تھی۔

(ب) یکم جنوری، ۱۹۷۲ء سے ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء تک کی مدت کے دوران پاکستان سے (ایکسپوزڈ) فلموں کی برآمدات کی مالیت ۳۸۹,۰۰۰/- ڈالر تھی۔

ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی کی معزولی

۶ دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال ۱۱۱ کیا وزیر قانون ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تحقیقاتی ادارے کے ڈائرکٹر کے عہدے پر سابقہ فائز شخص کو اس کے عہدے سے برخاست کر دیا گیا ہے۔؟ اگر ایسا ہے تو اسکی وجوہات کیا ہیں۔؟

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ ادارے میں بعض ملازمین کے بارے میں الزام یہ ہے۔ کہ وہ سی۔آئی۔اے اور صیہونیت کے ایجنٹ ہیں۔؟

(پ) کیا یہ حقیقت ہے۔ کہ اس ڈائرکٹر کو اس لئے سزا دی گئی ہے۔ کیونکہ اس نے بعض اسلامی معاملات میں افسران کے احکام کی تعمیل نہیں کی تھی۔؟

جواب :- جناب عبدالحفیظ پیرزادہ ــــ (الف) جی نہیں۔ حقیقت میں وہ مستعفی ہو گیا تھا۔ اور بعد میں اسے اپنا استعفیٰ واپس لینے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

(ب) (پ) جی نہیں۔

مولانا عبدالحق :- جناب والا! جواب انگریزی میں دیا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا۔

عبدالحفیظ پیرزادہ :- درحقیقت انہوں نے استعفیٰ دے دیا تھا اور بعد میں ان کو اپنا استعفیٰ واپس لینے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ (ب) کا جواب ہے، نہیں، اور (پ) کا جواب بھی نہیں ہے۔

مولانا عبدالحق :- جناب والا کہا جاتا ہے کہ ارتداد کے متعلق ایک مقالہ اور کتاب جس میں مرتد کی شرعی سزا قتل کی تردید کی گئی تھی۔ جناب معصومی صاحب ڈائرکٹر سے کہا گیا کہ اسکی تائید کریں۔ لیکن انہوں نے تائید نہیں کی اس وجہ سے انکو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا۔

عبدالحفیظ پیرزادہ :- آپ کا الزام غلط ہے۔ جہاں تک معصومی صاحب کا تعلق ہے انہوں نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ وہ پہلے ڈائرکٹر نہیں تھے۔ بلکہ ان کا عہدہ پروفیسر کا تھا۔ وہ بطور ڈائرکٹر کام کر رہے تھے۔ استعفیٰ دینے کے بعد انہوں نے درخواست کی کہ ان کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں۔ پھر انکو بطور پروفیسر بحال کر دیا گیا۔ کسی قسم کے انتقامی کارروائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے ان کے ساتھ احسان کیا ہے کیونکہ جب ایک شخص استعفیٰ دے دیتا ہے تو اس کی ملازمت ختم ہو جاتی ہے۔

افریقی ممالک میں تبلیغ اسلام

۶ر دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال ۱۸۳ کیا وزیر امور خارجہ ارشاد فرمائیں گے۔ (الف) آیا ایسے دور دراز افریقی ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے مراکز قائم کئے جارہے ہیں۔ جنہیں حال ہی میں آزادی ملی ہے۔ ؟
(ب) آیا ابتداً کوئی تبلیغی جماعت وہاں بھیجی جائے گی۔
جواب :۔ (دستیاب نہیں ہوسکا۔)

حلقۂ انتخاب تحصیل نوشہرہ کے مسائل
پہاڑی علاقے اور معدنیات

۲۸ر نومبر ۱۹۷۳ء

سوال ۳۰۔ کیا وزیر برائے ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل ازراہ کرم یہ بیان فرمادیں گے کہ :
(الف) آیا حکومت اس امر سے آگاہ ہے کہ چراٹ سے لیکر اٹک تک بشمول علاقہ نظامپور تحصیل نوشہرہ، پہاڑی سلسلہ معدنی ذخائر سے پر ہے۔
(ب) آیا حکومت ان معدنی ذخائر سے معدنیات باہر نکال کر استفادہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ایسا ہی ہو تو کب تک۔؟
(پ) اگر حصہ (الف) بالا کا جواب نفی میں ہو تو آیا حکومت ان پہاڑوں میں معدنیات کے جائزہ لینے کا کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کب تک۔ ؟
جواب :۔ حیات محمد خان شیرپاؤ ــــــ (الف) کوئلہ، کچا لوہا، فاسفیٹ، سلیکھڑی اور چونے کے پتھر کے ذخائر ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن چونے کے پتھر کے علاوہ باقی اشیاء اتنی کم ہیں کہ بڑے پیمانے پر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔
(ب) جیسا کہ بتایا جاچکا ہے۔ کہ ان تمام معدنیات کے ذخائر سوائے چونے کے پتھر کے اتنے کم ہیں کہ بڑے پیمانے پر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ مزید برآں معدنیات سے فائدہ اٹھانا ایک صوبائی موضوع ہے۔
(پ) اس علاقے کے مختلف حصوں کا طبقات الارض سروے پہلے کیا جاچکا ہے۔ نیز یہ کام

پاکستان کے طبقات الارض سروے کے محکمے کے اس پروگرام میں بھی شامل ہے۔ جس کے تحت ۷۴-۱۹۷۳ء کے میدانی سیزن میں کام کیا جائے گا۔

پسماندہ علاقے کے مسائل

۴ دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال ۹۹ - کیا وزیر خوراک وزراعت ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) آیا شمال مغربی سرحدی صوبے کے پسماندہ اور کم ترقی یافتہ علاقوں کی ترقی کیلئے صحیح معنوں میں توجہ دی جارہی ہے۔ ؟

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ تحصیل نوشہرہ کے کئی مقامات خصوصاً زیارت کاکا صاحب جیسا متبرک قصبہ پینے کے پانی جیسی بنیادی ضرورت سے محروم ہے۔ ؟

(ج) آیا وفاقی حکومت اس علاقے کے بنیادی مسائل حل کرنے اور پسماندگی دور کرنے کیلئے حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ کو خصوصی ہدایات اور مدد دے گی۔ ؟

جواب :- سردار غوث بخش رئیسانی ——— (الف) جی ہاں۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے معمولاً رقوم مختص کرنے کے علاوہ حال ہی میں وزیراعظم نے ۵ کروڑ روپے کی مزید رقم بھی مختص کی ہے۔ جن میں صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں کو ترقی دی جائے گی۔

(ب) شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت سے معلومات حاصل کی جارہی ہیں۔

پشاور اور نوشہرہ کے دیہی علاقے۔ مواصلات اور آبپاشی نظام

۲۹ نومبر ۱۹۷۳ء

سوال ۵۵ کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) موجودہ حکومت دیہی علاقوں میں بالعموم اور پشاور ڈویژن کے دیہی علاقوں میں بالخصوص بہتر رہائشی اور طبی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ ؟

(ب) موجودہ حکومت نے تحصیل نوشہرہ کے دیہی علاقوں میں مواصلاتی اور آبپاشی نظام کو بہتر بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں۔

جواب :- ڈاکٹر مبشر حسن - (الف) وفاقی حکومت نے سرحدی صوبہ کی حکومت کو ترقی کیلئے

۳۰ کروڑ روپے دیا گیا تھا جن میں سے صوبائی حکومت نے ۴۴ء۳ کروڑ پشاور ڈویژن میں خاص سیکٹروں کے لئے مختص کئے تھے۔

(ب) تحصیل نوشہرہ کے لئے علیحدہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔

چراٹ تا اٹک کے پہاڑی سلسلوں کا مصرف

۳ دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال نمبر ۹۴ کیا وزیر پیداوار از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ چراٹ تا اٹک بشمول نظام پور علاقہ تحصیل نوشہرہ میں پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلے کو سیمنٹ کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(ب) اگر (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت سیمنٹ فیکٹری کے قیام یا علاقہ میں دیگر معدنیات کی تلاش کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ وہاں بسنے والے ہزاروں لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم ہو سکیں۔

جواب وزیر صنعت رحیم ــــــ (الف) اس علاقے میں چونے کے پتھر، چکنی مٹی اور کھریا مٹی کے بعض ذخائر دستیاب ہیں۔ لیکن سیمنٹ کی صنعت کے لئے تفصیلی ارضیاتی تحقیقات ابھی نہیں کی گئی ہیں۔

(ب) سیمنٹ کا کوئی کارخانہ قائم کرنے کی تجویز نہیں ہے۔ لیکن دیگر معدنیات نکالنے کیلئے سروے کیا جا رہا ہے۔

پی ڈی اے کی ملازمتوں میں صوبہ سرحد کا کوٹہ

۱۷ دسمبر ۱۹۷۳ء

سوال (الف) کیا وزیر شہری منصوبہ بندی و زرعی دیہی امور از راہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ آیا پی ڈی اے (ادارہ ترقیات لوکل گورنمنٹ) میں غیر ٹیکنیکل ملازمین کی بھرتی صوبوں اور علاقوں کی بنیاد پر کی جاتی ہے ؟

(ب) اگر ضمن (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو مذکورہ اسامیوں میں صوبہ سرحد کا کوٹہ کس قدر ہے ؟

(ج) موجودہ غیر ٹیکنیکل عملے میں صوبہ سرحد کے ملازمین کی کل تعداد کیا ہے ؟

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ سرحد، بلوچستان اور کشمیر کے لئے فنڈ کا کوٹہ مقرر کیا گیا ہے۔؟ اگر ایسا ہو تو آیا پنجاب کی مانند ان علاقوں کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ کوٹہ مقرر کئے جانے کی تجویز ہے؟

(ہ) آیا سی۔ ڈی۔ اے میں آجکل کلرکوں کی بھرتی کی جا رہی ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو آیا یہ بھرتی کوٹہ کے نظام کے تحت ہوگی۔؟

جواب :- جے۔ اے رحیم ——— (الف) صوبوں کا کوٹہ حکومت نے بالکل حال ہی میں مقرر کیا ہے۔ اور اسے سب تقرریوں بشمول غیر ٹیکنیکل عملہ ، مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(ب) حکومت نے بھرتی کے لئے شمال مغربی سرحدی صوبے کا کوٹہ ۱۱.۵ فیصد مقرر کیا ہے۔ جبکہ سی۔ ڈی۔ اے میں غیر ٹیکنیکل آسامیوں پر موجودہ تناسب ۱۳ (تیرہ فیصد) ہے۔

(پ) باقاعدہ - ۲۲۲ - ورک چارج (کار اجرتی) - ۲۲۶

(ت) جی نہیں۔ شمال مغربی سرحدی صوبے ، بلوچستان اور کشمیر کیلئے علیحدہ علیحدہ کوٹہ پہلے ہی مقرر کیا جا چکا ہے۔

(ٹ) جی ہاں۔ کلرکوں کی بھرتی حکومت کے مقررہ کوٹے کے مطابق کی جا رہی ہے۔

چند مسترد شدہ سوالات

ایس۔ یو۔ کیو۔ ڈی نمبر ۸ کیو اے پی ۵ فروری ۷۴ء

کیا وزیر متعلقہ بتائیں گے۔ (الف) کہ لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر شبینہ کلبوں اور ناچ گانوں کی دکانوں اور ہوٹلوں و کلبوں میں شراب پر پابندی عائد کرنے کے متعلق کسی تجویز پر غور کیا جا رہا ہے۔

(ب) اگر نہیں تو کیا لاہور کے اسلامی روایات مسلم سربراہ کی عظیم کانفرنس کے موقعہ پر ایسے کسی اقدام پر غور کیا جائے گا۔

ایس۔ یو۔ کیو۔ ڈی نمبر ۹۔ کیو اے پی

کیا وزیر مملکت برائے امور خارجہ ارشاد فرمائیں گے۔ کہ (الف) کیا لاہور کے سربراہ کانفرنس میں مشرق وسطیٰ کے علاوہ کشمیر اور فلپائن اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت زار پر بھی غور کیا جائے گا۔

(ب) کیا مسلمان ممالک کے درمیان اسلامی بنیادوں پر تعلقات استوار کرانے کے متعلق تجاویز پر غور کیا جائے گا۔ (باقی آئندہ)

رثاء الشيخ العلامة

عبد الحق النافع

نور الله مرقده

رزئنا بشيخ العلم والجود والتقى　　امام همام حجة الله في الورى

فهيم شهيم عالم متبحر　　وجيه نبيه قائد الرشد والهدى

مفسر تنزيل محدث عصره　　فقيه فهيم مقتدى اوثق العرى

محقق آفاق موفق ربه　　بعلم لدني يرى حيث لا يرى

ملاذي واستاذي وماواي موئلي　　واوضح بسام اذا اهتز للندى

أهذا جنون ام عرتني غشية　　ام الشرع كالعشواء اخبط في الدجى

ام الظلمة الدهماء غطت نهارنا　　ام النكبة العظماء في المدن والقرى

فما لعيوني لا ترى الشيخ نافعا　　ام اضغاث احلام بل اختاره القضا

مضى الشيخ عبد الحق للحق نافع　　فغادرنا شعثا يتامى من النوى

سئمت حياتي بعد شيخي وملجائي　　واودع نارا في الفؤاد وفي الحشا

فتجري دموعي دائما بعد نافع　　الى ان يمن الله في الحشر باللقا

فكم من بكاء عند مرقد نافع　　وكم من عويل ليس ينفعنا البكى

فيا رب يا مولاي نور ضريحه　　واكرمه في الفردوس بالرتب العلى

وانزله مسرورا لديك كرامة　　بمقعد صدق راضيا عنك مرتضى

والهمه نورا واجزل ثوابه　　واحسن اليه سرمدا غير منتهى

ووفق بنيه الصبر بعد فراقه　　وخدمة علم الدين بالفعل والقوى

فهم ولد شيخ العصر سر ابيهم　　زيادة اهل العلم منهم لنا الرجا

ادى واغفر اللهم ارخ دفنه　　وارسله من عبد الجميل بما دعا

١٣٩٣ھ